غوث العالم سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ
کے ایک نامور خلیفہ

ملک العلما

قاضی شہاب الدین دولت آبادی

(ولادت: ۷۶۱ھ — وفات: ۸۴۹ھ)

مؤلف
ساجد علی مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

ناشر
اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن
حیدرآباد دکن

غوث العالم سید مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ

کے ایک نامور خلیفہ

ملک العلماء

قاضی شہاب الدین دولت آبادی

ولادت: ۷۶۱ھ - وفات: ۸۴۹

مؤلف:

ساجد علی مصباحی

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی



ناشر

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن

حیدرآباد، دکن

بفیضِ روحانی شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین

حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

سلسلۂ کتاب بزبان اردو: 90

سلسلۂ اشاعت بزبان اردو: 36

✿......نام کتاب : ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہ

✿......مصنف : علامہ مولانا ساجد علی مصباحی مدظلہ العالی

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

✿......تحریک واہتمام : محمد بشارت علی صدیقی اشرفی، جدہ، حجاز مقدس۔

✿......اشاعت اول : 1439ھ/2018ء

(عرس مخدوم العالم حضرت علاء الحق گنج نبات پنڈوی)

✿......ناشر : اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن۔

✿......صفحات : 112

✿......ہدیہ : 100

✿ ملنے کے پتے ✿

☆......سُنّی پبلی کیشنز، دریا گنج، دہلی۔ 09867934085

☆......اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد۔ 09502314649

☆......مکتبہ انوار مصطفیٰ، مغلپورہ، حیدرآباد۔ 09966352740

☆......مکتبہ نورالاسلام، شاہ علی بنڈہ، حیدرآباد۔ 09966387400

☆......مکتبہ شیخ الاسلام، احمدآباد، گجرات۔ 09624221212

☆......عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدرآباد۔ 09440068759

☆......مدنی فاؤنڈیشن، ہبلی، کرناٹک۔ 08147678515

انتساب

امام اعظم

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی



غوث اعظم

سید محی الدین عبد القادر جیلانی



ہم شبیہ غوث اعظم

سید علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی



مجدد اعظم

امام احمد رضا خان قادری بریلوی



محدث اعظم

سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی



سرکار کلاں

سید مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی



شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین

حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مضامین کی ایک جھلک

مضامین	صفحہ نمبر

قاضی صاحب کی تصنیفات وتالیفات 83







بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر



تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے۔ بعد حمدِ خدائے تعالیٰ، بے شمار درود وسلام شاہِ لولاک، رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، ان کے اہلِ بیت پر، ان کے محبوب اصحاب پر اور ائمہ شریعت و طریقت پر۔

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۷۶۱ - ۸۴۹ھ)۔ علامہ مولانا ساجد علی مصباحی مدظلہ العالی، (استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی) کی ایک علمی و تحقیقی تصنیف ہے جس میں انھوں نے غوث العالم سید مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ کے ایک نامور خلیفہ ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی حیات و خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ الحمدللہ اس کتاب کو یہ اعجاز بھی حاصل ہو رہا ہے کہ تقریباً 600 سال بعد پہلی بار اردو زبان میں اس طرح کی تفصیلی تحقیقی سوانحی کتاب حضرت ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہ پر منظر عام پر آرہی ہے، گویا کہ علامہ ساجد علی مصباحی مدظلہ العالی نے ہم اہل سلسلہ چشتیہ اشرفیہ کی طرف سے ایک قرض ادا کر دیا، جس کے لیے وہ تمام اہل سنت بالخصوص وابستگان سلسلہ اشرفیہ کی جانب سے شکر وسپاس کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ علامہ مولانا ساجد علی مصباحی مدظلہ العالی کی یہ کاوش اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرے گی اور مولانا اپنا یہ علمی سفر جاری رکھیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے ہمیشہ نوازتے رہے۔ آمین!

میں بے حد مشکور وممنون ہوں کنزی، سندی، مرشدی حضرت شیخ الاسلام علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی کا جنہوں نے اس کتاب پر اپنے گراں قدر تاثرات اور کلمات لکھ کر کتاب کی علمی شان میں مزید اضافہ فرما دیا ہے۔

الحمد للہ تعالیٰ اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت **"اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن"** کے حصہ میں آ رہی ہے، جواب تک تقریباً 100 سے زائد مختلف عنوانات پر تحقیقی کام کروا چکی ہے، جن میں کئی ایک نایاب اور مفید کُتب و رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ یہ کتاب **عرس مخدوم العالم** حضرت علاء الحق گنج نبات پنڈوی علیہم الرحمۃ والرضوان کے حسین موقع پر شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں کی زینت بن رہی ہے۔

''اشرفیہ اسلامک فاونڈیشن'' نے اپنے اشاعتی منصوبوں کے تحت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی کی موجودہ عمر مبارک کی نسبت سے اتنے ہی علمی و تحقیقی رسائل و کتب شائع کرنے کا عزم کر چکی ہے۔ اور الحمد للہ کئی نئے عنوانات پر بہت سی عربی کتب کو اردو میں ترجمہ کروا چکی ہے، اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ جن کی رونمائی سے اہل محبت کی نگاہیں شادکام ہوتی رہیں گی۔ ان شاء اللہ عزوجل!

دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اس خدمت کو قبول فرمائے، ہر کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے، ناشرین و اراکین ''اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن'' کو مزید دینی و علمی خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور احباب اہل سنت کے لیے اس کتاب کو نفع و فیض بخش بنائے!

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقیر غوثِ جیلاں وسمناں

محمد بشارت علی صدیقی اشرفی

جدہ شریف، حجاز مقدس۔



دعائیہ کلمات

شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین
حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے، جسم کا تعلق مادیت سے ہے اس کی غذا مادی ہے۔ اور روح کا تعلق عالم قدس سے ہے اس کی غذا روحانی ہے۔ مادی غذا نہ ملے تو جسم لاغر و کمزور ہوتا ہے اسی طرح روحانی غذا نہ ملے تو روح ناتواں اور بے چین و بے قرار ہوتی ہے۔ روحانی غذا علم و عمل، تقوی وطہارت، پاکیزگی دل ودماغ، اخلاق حسنہ سے مزین ہونا اور عادات ذمیمہ سے دور رہنا ہے۔ جن بندوں نے اپنی روح پر توجہ دے کر اس کی پرورش و پرداخت کی اور اس کی صحت کا خیال کر کے اس کے لیے روحانی غذا کا اہتمام کیا، انھیں اولیاء اللہ کہا گیا ہے۔ ایسے بندوں کے ذکر سے پژمردہ دلوں کو نئی زندگی اور مایوس دلوں کو نیا حوصلہ وسکون ملتا ہے، ان کے ذکر سے عقیدے میں پختگی، عمل میں چستی اور روحانیت کو عروج وترقی ملتی ہے اور معرفت الٰہی کا راستہ آسان وہموار ہوتا ہے۔

ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی روحانیت کے تاج دار اور شریعت وطریقت کے جامع تھے، مختلف علوم وفنون کے شاہکار اور علما ومشائخ کے سپہ سالار اور صاحب تصنیف بزرگ تھے، امرا وسلاطین بھی اپنی مہمات میں ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے، وہ مخدومنا الکریم، غوث العالم، محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی

نور بخشی کچھوچھوی کے اجل خلفا میں سے تھے، انھوں نے اپنی مبارک زندگی کو طلبا و علما، قضاۃ وفقہا، سلاطین و امرا اور مشائخین اہل خانقاہ کے لیے نمونۂ عمل بنایا تھا، پوری زندگی شریعت وطریقت پر عمل کرتے ہوئے اسلام کی بقا اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دی تھی، ایسی عبقری اور عظیم ذات کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے یہ بہترین طریقہ ہے کہ ان کی یادوں کو تازہ کیا جائے، ان کی سوانح عمری تحقیقی انداز میں مرتب کر کے کتابی شکل میں کثیر تعداد میں شائع کر کے عوام و خواص تک پہنچائی جائے۔

اللہ تعالی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے مولانا ساجد علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو جزائے خیر عطا کرے کہ انھوں نے تفصیل و تحقیق کے ساتھ ملک العلما حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات لکھ کر بڑا اچھا اور نیک کام کیا ہے۔ مولانا موصوف نے قدیم و جدید کتابوں سے عرق ریزی کر کے حضرت ملک العلما رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے تمام اہم واقعات و خدمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، بے جا لفاظی اور مبالغہ آرائی سے امکانی حد تک پرہیز اور مقصدیت کو مطمح نظر رکھتے ہوئے کتاب کو آسان اور عام فہم زبان میں ترتیب دی گئی ہے، مولانا موصوف ایک مشاق اور اچھے قلم کار ہیں، تحقیق اور تلاش و جستجو کے ساتھ لکھنے کے عادی ہیں، اس سے پہلے ان کی کئی درسی و غیر درسی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔

رب کریم اپنے محبوب بندوں کے طفیل ان کی تمام خدمات قبول کو فرمائے، ان سے اپنی رضا اور خوشنودی کے کام لے اور انھیں دارین میں اپنی لازوال نعمتوں سے بہرہ مند فرمائے۔

آمین یا مجیب السائلین بحرمۃ حبیبک و نبیک سیدنا و مولانا محمد سید المرسلین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ أجمعین و علی من اتبعھم باحسان الی یوم الدین۔

ابو الحمزہ محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ
جانشین مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ
کچھوچھا شریف

اظہار حقیقت

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

آج سے قریب چار سال پہلے کی بات ہے جب محب گرامی حضرت مولانا جلال الدین مصباحی، مدیر اعلیٰ شش ماہی پیغام نور العین، کچھوچھہ شریف نے مجھ سے اپنے رسالہ کے لیے مضمون لکھنے کی فرمائش کی تھی، اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلفا کا تذکرہ یکجا نظر نہیں آتا ہے؛ اس لیے اگر ان کے خلفا میں سے ایک ایک کی حیات و خدمات پر کچھ لکھتے رہیں تو موصوف کی فرمائش بھی پوری ہو جائے گی اور تمام خلفا کا تذکرہ بھی یکجا ہو جائے گا۔

اس خیال سے میں نے مخدوم صاحب کے خلفا کی ایک فہرست تیار کی اور ان پر کچھ کام کرنے کا مَن بنالیا اور اس سلسلے کی پہلی کڑی کے طور پر میں نے ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شخصیت اور ان کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک مضمون قلم بند کیا جو شش ماہی رسالہ ''پیغام نور العین'' دسمبر ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا۔

اس کی اشاعت کے قریب دو سال بعد عالی جناب مولانا بشارت صدیقی صاحب نے ایک روز جدہ سے مجھے فون کیا اور اس مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اگر اس میں کچھ اضافہ کر کے کتابچہ کی شکل دے دی جائے تو بہت اچھا رہے گا۔ میں نے ٹھیک ہے، دیکھا جائے گا۔ بات آئی گئی ہو گئی، نہ اس کی طرف میری توجہ ہوئی اور نہ ہی انھوں نے اس پر کوئی اصرار کیا۔

چند ماہ پہلے پھر موصوف نے اس کی جانب توجہ دلائی تو میں بھی اس کام کے لیے آمادہ ہو گیا اور نئے سرے سے اس موضوع کا مطالعہ شروع کیا اور ضروری کتابیں حاصل کرنے میں لگ گیا۔

اس راہ میں میرے لیے سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ ماخذ کی اصل کتابیں مارکیٹ میں یا عام لائبریریوں میں دستیاب نہیں ہیں۔ نٹ پر بھی عموما ان کتابوں کا اردو ترجمہ ہی نظر آ رہا تھا، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ:

مشکلے نیست کہ آساں نشود   مرد باید کہ ہراساں نشود

میں تلاش و جستجو میں لگا رہا، میرے احباب نے اس سلسلے میں میرا تعاون کیا اور چند ایام میں تقریبا مطلوبہ سبھی کتابیں مل گئیں، مثلاً:

مولانا ابرار رضا رشیدی مصباحی نے دہلی سے دو کتابوں کی فوٹو کاپی بھیج دی۔

(۱) مولانا خیر الدین محمد جون پوری کی کتاب "تذکرۃ العلماء"۔

(۲) شمس العلماء محمد حسین آزاد کی کتاب "تذکرۂ علما"۔

مولانا انظار احمد مصباحی نے ملا محمد قاسم ہندو شاہ کی کتاب "تاریخ فرشتہ" فارسی کے مطلوبہ صفحات کا فوٹو بھیج دیا۔

مولانا ناصر حسین مصباحی نے شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی کتاب "اخبار الاخیار فی اسرار الابرار" کا فارسی نسخہ نٹ سے فراہم کر دیا۔

مولانا اسلم پرویز مصباحی نے سید غلام علی آزاد بلگرامی کی کتاب "مآثر الکرام" فارسی کا انتظام کر دیا۔

مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی نے ٹیلی گرام کے ذریعہ شاہ عبد القدوس گنگوہی کی کتاب "انوار العیون فی اسرار المکنون" فراہم کر دی۔

اس طرح سے باقی کتابیں بھی دستیاب ہو گئیں۔ میں اپنے ان تم احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ ان حضرات کی خدمات قبول فرمائے اور ان کی کاوشوں انھیں بہتر اجر عطا فرمائے اور ہم سب کو سعادت دارین سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

میں بے حد مشکور وممنون ہوں حضرت شیخ الاسلام علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی

الجیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی کا جنھوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اس کتاب پر اپنے گراں قدر تاثرات اور کلمات لکھ کر کتاب کی علمی شان میں مزید اضافہ فرمادیا ہے۔

اور محب گرامی مولانا بشارت صدیقی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی ترغیب دی اور اس کی اشاعت کا بھی انتظام کیا۔ اللہ رب العزت ان سب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور میری اس کاوش کو شرف قبول بخشے اور آخرت میں اسے میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔

آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ساجد علی مصباحی

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

۱۷/رجب ۱۴۳۸ھ/ ۱۵/اپریل ۲۰۱۷ء، بروز شنبہ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونُصلّی ونُسلّم علی رسولہ الکریم

ملک العلماء

قاضی شہاب الدین دولت آبادی

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان، غوث العالم، محبوبِ یزدانی، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [متوفیٰ: ۸۰۸ھ] کے ایک جلیل القدر خلیفہ ہیں۔

ملک العلماء ہمہ جہت فضل وکمال کے حامل اور شریعت وطریقت کے جامع تھے، مختلف علوم وفنون میں انھیں امامت وعبقریت کا درجہ حاصل تھا، وہ اپنے دَور کے ممتاز علمائے کرام کے میرِ کارواں اور مشہور ومعروف مصنفین میں سرِ فہرست تھے، اُس دَور کے علما ومشائخ اور امرا وسلاطین نے ان کے علمی وادبی کمالات وخصوصیات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی بارگاہ میں تشکر وامتنان کا ہدیہ اور ادب واحترام کا نذرانہ پیش کیا۔

مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ سیرت وسوانح اور تراجم وطبقات کی کتابوں میں علوم ومعارف کے اِس بحرِ بےکراں کا پورا نام ونسب بھی تفصیل کے ساتھ نہیں ملتا اور نہ ہی کسی تذکرہ نگار نے اس مردِ حق آگاہ کی تاریخ ولادت کا باضابطہ ذکر کیا ہے، پھر بھی تلاش وجستجو سے جو کچھ مل سکا ہے، ہم اسے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

ملک العلماء کا نام ونسب:

آپ کا نام: احمد، لقب: شہاب الدین اور ملک العلماء ہے۔آپ کے والد کا نام: عمر، کنیت: ابوالقاسم اور لقب: شمس الدین ہے۔ والد کے لقب سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے دَور کے مشاہیر اربابِ فضل وکمال میں سے تھے۔

شیخ اسمٰعیل بن محمد امین بغدادی کی کتاب "ہدیۃ العارفین" میں ہے:

"أحمد بن أبي القاسم عمر الزاولي شهاب الدين الدولة آبادي الهندي الحنفي۔"(۱)

شیخ مصطفٰی بن عبداللہ کاتب چلپی [متوفیٰ: ۱۰۶۷ھ] نے ملک العلماء کی تصنیف کردہ کتاب "الإرشاد" کا ذکر کرتے ہوئے "کشف الظنون" میں اس طرح لکھا ہے:

"شهاب الدين أحمد شمس الدين بن عمر الهندي الدولة آبادي۔"(۲)

اور اسی کتاب میں علامہ ابن حاجب کی کتاب "کافیہ" کے شارحین کا ذکر کرتے ہوئے ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا نام اس طرح تحریر کیا ہے:

"شهاب الدين أحمد بن عمر الهندي۔"(۳)

شیخ عبدالصمد انصاری نے اپنی کتاب "اخبار الاصفیاء" میں اس طرح لکھا ہے:

"شهاب الدين بن عمر الزاولي، الدولة آبادي، الغزنوي۔"(۴)

سید غلام علی آزاد بلگرامی "سبحۃ المرجان" میں اس طرح ذکر کرتے ہیں:

"القاضي شهاب الدين بن شمس الدين بن عمر الزاولي الدولة آبادي۔"(۵)

مولوی رحمان علی نے اپنی کتاب "تذکرۂ علماے ہند" میں اس طرح لکھا ہے:

۱۔ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف، ج:۱،ص:۶۷، المکتبۃ الشاملۃ۔

۲۔کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ج:۱،ص:۱، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔

۳۔المصدر السابق، ج:۲،ص:۱۳۷۱، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔

۴۔اخبار الاصفیاء، ورق:۶۰، قلمی۔

۵۔سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص:۹۵، معہد الدراسات الاسلامیۃ، جامعۃ علی کرہ الاسلامیۃ، علی کرہ، الہند۔

”قاضی شہاب الدین دولت آبادی ابن شمس الدین بن عمر الزاولی۔“(۱)

حکیم عبدالحئی رائے بریلوی نے اپنی کتاب ”نزہۃ الخواطر“ میں یوں لکھا ہے:

”الشيخ الإمام العالم الكبير العلامة أحمد بن عمر الزاولي، قاضي القضاة، ملك العلماء، شهاب الدين بن شمس الدين الدولة آبادي أحد الأئمة بأرض الهند۔“(۲)

شیخ صدیق بن حسن قنوجی نے اپنی کتاب ”ابجد العلوم“ میں اس طرح لکھا:

”القاضي شهاب الدين بن شمس الدين بن عمر الزاولي۔“(۳)

ان کتابوں کے مندرجات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کا اصل نام ”احمد“ اور لقب ”شہاب الدین“ ہے، اور آپ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی ”عمر“ اور لقب ”شمس الدین“ ہے۔

بعض حضرات نے لفظِ ”شمس الدین“ کو بجائے لقب کے نام خیال کیا اور اس سے پہلے یا اس کے بعد ”ابن“ لگا دیا جس کی وجہ سے ملک العلماء کے والدِ ماجد کے نام میں اشتباہ ہونے لگا۔

ہمارے اس قول کی تائید میں ہدیۃ العارفین، کشف الظنون اور اخبار الاصفیاء کی نقل کی گئی عبارتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

اس کے علاوہ آن لائن ”کتاب خانہ: الہیات ومعارف اسلامی“ میں آپ کی تفسیر قرآن ”بحر مواج“ کے قلمی نسخہ کا جو تعارف درج ہے، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ تعارف درج ذیل ہے:

عنوان: البحر المواج والسراج الوہاج فی تفسیر القرآن = بحر مواج = تفسیر۔ ج: 1

مؤلف: شہاب الدین قاضی احمد بن ابی القاسم عمر زاولی، دولت آبادی، دہلوی، ہندی۔

شمارہ نسخہ: 1500۔ موضوع: نامشخص۔ زبان: فارسی۔ تعداد برگہ: 577۔

۱۔ تذکرۂ علمائے ہند، ص: ۸۸، مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۹۱۴ء۔

۲۔ نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، ج: ۳، ص: ۲۲۳، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

۳۔ ابجد العلوم الوشی المرقوم فی بیان احوال العلوم، ج: ۳، ص: ۲۱۹، المکتبۃ الشاملۃ۔

تاریخ کتابت: ۱۹ر محرم ۱۱۰۰ھ۔ کتاب خانہ: الھیات ومعارف اسلامی۔(۱)

ملک العلماء کا آبائی وطن:

آپ کے آبا واجداد"زابل/ زابُلستان" کے ایک مشہور ومعروف شہر"غزنہ/غزنین" میں رہتے تھے، چناں چہ ملا محمد قاسم ہندو شاہ کی کتاب" تاریخ فرشتہ" میں اس کی صراحت موجود ہے، وہ لکھتے ہیں:"اصلِ اوازغزنین است۔"(۲)

یعنی ان کا آبائی وطن"غزنین" ہے۔

شیخ شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی بغدادی[متوفیٰ:۶۲۶ھ]"معجم البلدان" میں لکھتے ہیں:

"غَزْنَة:بفتح أوله وسكون ثانيه ثم نون هٰكذا يتلفظ بها العامة والصحيح عند العلماء غَزْنين. ويقال لمجموع بلادها زابلستان وغزنة قصبتها۔"(۳)

ترجمہ: عوام الناس غَزْنَة (پہلا حرف مفتوح، دوسرا ساکن اور تیسرا حرف نون) بولتے ہیں اور علما کے نزدیک صحیح لفظ غَزْنین ہے۔اس کے تمام شہروں کو زابُلِستان کہا جاتا ہے اور غَزْنہ اسی کا ایک قصبہ ہے۔

شیخ حموی اسی کتاب میں"زابُلِستان" کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"زَابُلِستان (بعد الألف باء موحدة مضمومة ولام مكسورة وسين مهملة ساكنة وتاء مثناة من فوق وآخره نون) كورة واسعة قائمة برأسها جنوبي بلخ وطخارستان، وهي زابل، والعجم يزيدون السين وما بعدها في أسماء البلدان شبيها بالنسبة.وهي منسوبة إلى زابل جدّ رُستم بن دستان، وهي البلاد التي قصبتها"غزنة"البلد المعروف العظيم۔"(۴)

ترجمہ: زابُلِستان ایک وسیع وعریض ملک کا نام ہے جو بلخ اور طخارستان کے جنوب

۱۔ http://manuscript.ac.ir/moreinfo-2976-pg-1.html

۲۔تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص:۶۰۶،۳، مطبع: منشی نول کشور۔

۳۔معجم البلدان، ج:۴، ص:۲۰۱، باب الغین والزاء، دار الفکر، بیروت، لبنان۔

۴۔معجم البلدان، ج:۳، ص:۱۲۵، باب الزاء والالف، دار الفکر، بیروت، لبنان۔

میں واقع ہے۔اس کا اصل نام "زابُل" ہے۔عجمی،شہروں کے نام میں نسبت سے مشابہت کی بنیاد پرسین اوراس کے بعد کے حروف کا اضافہ کردیتے ہیں۔ یہ ملک رستم بن دستان کے دادا "زابُل" سے منسوب ہےاور غزنہ اسی ملک کاایک بڑااورمشہورشہر ہے۔

شہر "غزنین" سے ہندوستان آنے والوں میں ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا خاندان بھی تھا،لیکن یہ خاندان کس دَور میں ہندوستان آیا، اس کے بارے میں صراحت کے ساتھ کچھ بھی معلوم نہ ہوسکا۔

ہاں ! اس امر پرتمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ قاضی شہاب الدین صاحب کی ولادت ہندوستان کے ایک شہر "دولت آباد" میں ہوئی۔لیکن "دولت آباد" نام کے دوشہر ہیں: ایک، دولت آباد، دہلی، دوسرا، دولت آباد، دکن۔

بعض مورخین مثلاً ملا محمد قاسم ہندوشاہ نے اپنی کتاب "تاریخ فرشتہ" میں دولت آباد، دکن کی صراحت کی ہے۔چنان چہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"در دولت آباد، دکن نشوونما یافت۔"(۱)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین کی نشوونما دولت آباد، دکن میں ہوئی۔

لیکن اکثر تذکرہ نگاروں نے دولت آباد، دہلی لکھا ہے، چنان چہ شیخ عبدالصمد انصاری "اخبار الاصفیاء" میں یوں رقم طراز ہیں:

"زادگاہِ او دولت آباد، دہلی است۔"(۲)

ترجمہ: ان کی جاے پیدائش دولت آباد، دہلی ہے۔

سید غلام علی آزاد بلگرامی "سبحۃ المرجان" میں لکھتے ہیں:

"ولد القاضی بدولۃ آباد، دھلی۔"(۳)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آباد، دہلی میں پیدا ہوئے۔

۱۔تاریخ فرشتہ، ج:۲،ص:۶۰۳،مطبع: منشی نول کشور۔

۲۔اخبار الاصفیاء،ص:۶۰،قلمی۔

۳۔سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص: ۹۵، معھد الدراسات الاسلامیۃ، جامعہ علی کرہ الاسلامیۃ، علی کرہ، الھند۔

اور ایسا ہی شمس العلماء محمد حسین آزاد کی کتاب "تذکرۂ علما" (۱) اور حکیم عبدالحئی رائے بریلوی کی کتاب "نزہۃ الخواطر" (۲) میں بھی ہے۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

غزنوی، زاولی، ہندی اور دولت آبادی:

تذکرہ نگاروں نے ملک العلماء کے آبائی وطن "غزنین/غزنہ" کی طرف نسبت کرتے ہوئے انھیں "غزنوی" لکھا، چوں کہ یہ شہر ملکِ "زابُل / زابُلستان" میں واقع ہے، بلکہ وہاں کی راجدھانی ہے؛ اس لیے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے (با کو واو سے بدل کر) "زاولی" لکھا ،اور ان کی ولادت چوں کہ ملک ہندستان میں ہوئی ہے؛ اس لیے انھیں "ہندی" کہا جاتا ہے اور ان کی خاص جائے ولادت "دولت آباد" کی طرف نسبت کرتے ہوئے انھیں "دولت آبادی" کہا اور لکھا جاتا ہے، اور یہی نسبت زیادہ مشہور ہے۔

ولادت اور تعلیم و تربیت:

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی ۷۶۱ھ میں "دولت آباد، دہلی" میں پیدا ہوئے اور وہیں ان کی نشو و نما ہوئی۔ (۳)

علامہ قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی [متوفیٰ: ۷۹۱ھ] اور علامہ شیخ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی [متوفیٰ: ۸۰۹ھ] سے مروجہ علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔

قاضی صاحب کے یہ دونوں مشفق و مہربان اساتذہ، عارف باللہ شیخ نصیر الدین محمود اودھی معروف بہ "چراغ دہلی" [متوفیٰ: ۷۵۷ھ] کے شاگرد اور ان کے خلیفہ تھے۔

سید غلام علی آزاد بلگرامی فرماتے ہیں:

"وتلمذ على القاضي عبد المقتدر الدهلوي ومولانا خواجكي الدهلوي وهو من تلامذة مولانا معين الدين العمراني رحمهم الله

۱۔ اس کتاب کے الفاظ یہ ہیں: قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاولی الدولت آبادی: یہ دولت آباد، دہلی میں پیدا ہوئے۔ [تذکرۂ علما، ص: ۳۹، الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی۔]

۲۔ اس کتاب کے الفاظ یہ ہیں: ولد بدولة آباد، دهلي بعد سبعمائة من الهجرة ونشأ بها۔ [نزہۃ الخواطر، ج: ۳، ص: ۲۳۳، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔]

۳۔ تذکرۂ علما مع حواشی و تعلیقات، ص: ۳۹، و ص: ۷۷، الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی۔

تعالیٰ ففاق أقرانه وسبق إخوانه۔"(۱)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے قاضی عبدالمقتدر دہلوی اور مولانا خواجگی دہلوی سے اکتساب علم کیا۔ مولانا خواجگی مولانا معین الدین عمرانی کے شاگرد تھے۔ (اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے) تو قاضی صاحب اپنے ہم عصروں سے نمایاں ہو گئے اور اپنے اصحاب سے آگے بڑھ گئے۔

حکیم عبدالحئی رائے بریلوی کی کتاب "نزہۃ الخواطر" میں ہے:

"قرأ العلم على القاضي عبدالمقتدر بن ركن الدين الشريحي الكندي ومولانا خواجكي الدهلوي فبرز في الفقه والأصول والعربية وصار إماما في العلوم لايلحق غباره۔"(۲)

ترجمہ: انھوں نے قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی اور مولانا خواجگی دہلوی سے علم حاصل کیا تو فقہ، اصول اور عربی زبان وادب میں ممتاز ہو گئے اور علوم ومعارف کے ایسے امام بن گئے جن کے غبار راہ کو بھی نہیں پہنچا جا سکتا۔

ان دونوں بزرگوں نے اپنے ہونہار شاگرد کی تعلیم کے ساتھ، تربیت کا بھی بھرپور خیال رکھا۔ اس سلسلے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں ایک واقعہ اس طرح نقل کرتے ہیں:

"ایک روز قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو کہیں سے تھوڑا سا سونا مل گیا جسے وہ بحفاظت گھر لے آئے اور تنہائی میں جا کر اپنی والدہ سے کہا: اسے گھر کے اندر کہیں دفن کر دینا چاہئے۔

قاضی صاحب اس واقعہ کے بعد جب اپنے استاذ شیخ عبدالمقتدر دہلوی کی درس گاہ میں حاضر ہوئے تو انھوں نے قاضی صاحب کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا:

"شما در گور کردنِ زر اید، با علم کجا پردازید؟"(۳)

۱۔ سبحة المرجان في آثار هندوستان، ص: ۹۵، معهد الدراسات الاسلامية، جامعة على كره الاسلامية، على كره، الهند۔

۲۔ نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، ج: ۳، ص: ۲۳۳، دار ابن حزم، بيروت۔

۳۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۴۸، ذکر قاضی عبدالمقتدر، مطبع: مجتبائی، دہلی ۱۳۰۹ھ۔

یعنی تم سونا دفن کرنے کی فکر میں ہو تو علم کب حاصل کرو گے؟

ملک العلماء کی علمی شان وشوکت:

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ کی علمی شان وشوکت کا اندازہ ان الفاظ وکلمات سے لگایا جاسکتا ہے جو ان کے معاصر علما ومشائخ ،مورخین وسوانح نگار، بالخصوص ان کے استاذِ گرامی حضرت علامہ قاضی عبد المقتدر دہلوی اور ان کے پیر ومرشد غوث العالم سلطان سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہم الرحمہ کی زبان سے نکلے اور تاریخ کے صفحات پر نقش ہو گئے۔ اثباتِ مدعا کے لیے ہم چند الفاظ وکلمات یہاں پیش کرتے ہیں۔

استاذ گرامی علامہ عبد المقتدر، دہلوی کے کلمات:

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاذ گرامی، فاضل روزگار، حضرت علامہ قاضی عبد المقتدر دہلوی علیہ الرحمہ [متوفیٰ: ۷۹۱ھ] اپنے اس شاگردِ رشید کے بارے میں اس طرح ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"پیشِ من طالب علمے می آید کہ پوستِ او علم، ومغزِ او علم، واستخوانِ او علم است، وازیں طالبِ علم قاضی شہاب الدین را (علیہ الرحمہ) می خواست۔"(۱)

ترجمہ: میرے پاس ایک ایسا طالب علم آتا ہے جس کا گوشت، پوست اور ہڈی علم ہی علم ہے، اس طالب علم سے ان کی مراد قاضی شہاب الدین ہوتے تھے۔

جلیل القدر استاذ کے ان کلمات عالیہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دَور طالبِ علمی میں جس شخص کا یہ حال ہو کہ استاذ اسے سراپا علم کہے، تو اکتسابِ علم سے فارغ ہونے کے بعد اس کے علمی جاہ وجلال اور باطنی فضل وکمال کا کیا حال رہا ہوگا۔

پیر ومرشد سید اشرف جہاں گیر سمنانی کے کلمات:

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شیخ طریقت، غوث العالم، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی [متوفیٰ: ۸۰۸ھ] علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے اس نامور خلیفہ کے فضل وکمال کا اظہار ان گراں قدر کلمات سے کرتے ہیں:

۱۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۴۸، ذکر قاضی عبد المقتدر، مطبع: مجتبائی، دہلی ۱۳۰۹ھ۔

”درہندوستان ایں مقدارِفضیلت درکسے کم دیدہ ایم۔“(۱)

ترجمہ: ہم نے ہندستان میں قاضی شہاب الدین جیسی فضیلت و بزرگی کسی دوسرے شخص میں کم ہی دیکھی ہے۔

مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ اپنے ایک مکتوب میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو اس طرح یاد کرتے ہیں:

” برادرِ اعزوارشد ، جامع العلوم ، قاضی شہاب الدین نَوَّرَ اللہُ تَعَالیٰ قَلْبَہٗ بِأَنْوَارِ الْیَقِیْنِ۔“(۲)

برادر روحانی شیخ نظام الدین غریب یمنی کے کلمات:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے برادرِ روحانی شیخ نظام الدین غریب یمنی نے ”لطائف اشرفی“ کے صفحات پر ان الفاظ میں اُن کا ذکر جمیل کیا ہے:

” امامِ روزگار، وہمامِ دیار قاضی شہاب الدین دولت آبادی کہ مقتداے علماے فحول وپیشواے بلغاے فروع واصول است از خلفاے ولایت پناہ وہدایت دست گاہ حضرت ایشاں اند۔“(۳)

ترجمہ: اپنے دَور کے امام اور علاقے کے میرِ کارواں قاضی شہاب الدین دولت آبادی جو اجلۂ علماے کرام کے مقتدیٰ اور اصول وفروع کے ماہرین کے پیشوا ہیں، وہ پناہ ولایت اور سرمایۂ ہدایت حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کے خلفا میں سے ہیں۔

شیخِ موصوف اسی کتاب میں چند سطروں کے بعد اس امام روزگار اور ہمام دیار کا بیان درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

” وے مہینِ خلفاے ولایت مآب، و بہترین ندماے اصحاب اند، جامع بودہ میان علوم ظاہری و باطنی، صاحبِ معاملاتِ یقینی وجامعِ وارداتِ دینی شدہ بود، تشرع بسیار داشت،

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲، ص ۱۰۵، مکتبہ سمنانی ۱۴ / ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

۲۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۶۲، ذکر میر سید اشرف سمنانی، مطبع: مجتبائی، دہلی، ماہ رمضان ۱۳۰۹ھ۔

۳۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۱، ص: ۴۱۰، مکتبہ سمنانی ۱۴ / ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

ریاضاتِ شدیدہ ومشاہداتِ جدیدہ کشید کہ اشرف خلافت واجازت یافتہ۔“(۱)

ترجمہ: وہ (قاضی شہاب الدین) ولایت مآب (سید اشرف جہاں گیر سمنانی) کے جلیل القدر خلیفہ اور بہترین ہم نشیں اصحاب میں سے ہیں، وہ علوم ظاہری و باطنی کے جامع، معاملاتِ یقینی کے حامل، وارداتِ دینی سے بہرہ ور اور شریعت کے مسائل سے خوب آگاہ اور ان پر عامل ہیں، انھوں نے ریاضاتِ شدیدہ اور مشاہداتِ جدیدہ میں اس قدر جدّ و جہد کی کہ بہتر اجازت وخلافت سے شاد کام ہوئے۔

خواجہ تاش شیخ واحدی کے کلمات:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ایک خواجہ تاش اور غوث العالم، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید وخلیفہ شیخ واحدی نے اُن کے علم وفضل کی وسعت کا ذکر ایک قطعہ میں اس طرح کیا ہے:

لشکر علم تو بہ تیغ زباں • از عجم تا عرب گرفتہ دیار
چوں گرفتی عراق عربیت • فارسی را بہ واحدی بگذار

ترجمہ: تیرے علم کی فوج، تیغ زبان کے ذریعہ عجم سے عرب تک کے تمام شہروں کو فتح کر چکی ہے، جب تو نے عراق کی عربیت کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے تو فارسی کو واحدی کے لیے چھوڑ دو۔(۲)

شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا بیان:

شیخ عبدالقدوس گنگوہی [متوفیٰ:۹۴۵ھ] نے اپنی کتاب ”انوار العیون فی اسرار المکنون“ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو اس طرح کے گراں قدر خطابات والقاب سے یاد کیا ہے:

”صدر العلماء، بدر الفضلاء، استاذ الشرق والغرب، عالم ربانی، نعمانِ ثانی، مخدوم، قاضی شہاب الدین نور اللہ مرقدہ۔“(۳)

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۱،ص:۴۱۰، مکتبہ سمنانی ۱۴/ ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔
۲۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲،ص:۱۰۶، مکتبہ سمنانی ۱۴/ ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔
۳۔ انوار العیون فی اسرار المکنون،ص:۳۳، نقل:۱۸، مطبع: گلزار محمدی، لکھنؤ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بیان:

سند الکاملین شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ [متوفی: ۱۰۵۲ھ] اپنی کتاب "اخبارالاخیار" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے علم وفضل کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں:

"شہرتِ اوصافش مستغنی است از شرحِ آں، اگر چہ در زمانِ او دانشمندان بودہ اند کہ استادان وشریکان او بودہ، اما شہرت وقبولے کہ حق تعالیٰ او را اعطا کرد ہیچ کس را از اہل زمانِ او نکرد۔"(۱)

ترجمہ: ان کے فضائل ومناقب کی شہرت وناموری شرح وبیان سے بے نیاز ہے۔ ان کے زمانہ میں ان کے شرکاے درس اور اساتذۂ کرام میں بہت سے علماے ذوی الاحترام موجود تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے جو شہرت وقبولیت قاضی شہاب الدین صاحب کو عطا فرمائی وہ ان کے دَور کے کسی صاحبِ فضل وکمال کو نہیں عطا کی۔

شیخ عبدالصمد انصاری کا بیان:

شیخ عبد الصمد انصاری "اخبار الاصفیاء" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے تذکرہ میں اس طرح لکھتے ہیں:

"صیتِ کمالاتِ او، وآوازۂ دریافتش برتر ومشہور تر از اں است کہ نگاشتہ قلم بدائع نگار آید، الحق در ہندوستان چنونے کم بظہور آمدہ، دانش رسمی را پیش مولانا خواجگی وقاضی عبد المقتدر شریحی اندوختہ کاخ سخنوری را اساسِ بلند نہاد، وگلشنِ علم را آب یاری فطرت اعلی طراوت بخشیدہ بر علماے روزگار چیرہ دست آمدہ۔"(۲)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے کمالات کا شہرہ اوران کے علم وفضل کا چرچا اس سے بالاتر ہے کہ رنگیں بیاں قلم سے اسے لکھا جا سکے۔ حق یہ ہے کہ قاضی صاحب جیسے علما ہندستان میں کم ہی پیدا ہوئے ہیں۔

۱۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔
۲۔ اخبار الاصفیاء، ص: ۶۰، قلمی۔

انھوں نے مروجہ علوم وفنون مولانا خواجگی اور قاضی عبد المقتدر شریحی سے حاصل کر کے اپنے علم کا قصر معلیٰ تعمیر کیا اور گلشن علوم کو فطری صلاحیت کی آبیاری سے تروتازگی بخشی اور اپنے دَور کے علما پر فوقیت لے گئے۔

سید غلام علی آزاد بلگرامی کا بیان:

سید غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ اپنی مشہور و معروف کتاب "مآثر الکرام" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے اوصاف و کمالات اس طرح بیان کرتے ہیں:

"عمدۂ دانشمندان ہند است وشہرۂ بلادِ عرب وعجم ۔۔۔ اگر چہ دراں عہد دانش مندان دیگر نیز فائق عصر بودند، اما طالع شہرتے کہ او یافت احدے را میسر نہ گشت، وآثارے کہ از و بر صحیفۂ روزگار باقی ماند از دیگرے پیدا نیست۔" (۱)

ترجمہ: وہ دانشوران ہند میں قابل اعتماد ہیں، ان کا شہرہ عرب وعجم میں ہے، ان کے زمانہ میں اگر چہ دوسرے اہل علم لائق و فائق تھے، مگر جو شہرت ان کو ملی کسی دوسرے کو نہیں مل سکی اور ان کے جو علمی آثار باقی رہے ان کی مثال دوسرے اہل علم کے یہاں نہیں ملتی ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری کا بیان:

مفتی غلام سرور لاہوری اپنی کتاب "خزینۃ الاصفیاء" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"در علوم ظاہری طاق و بر موزِ باطنی شہرۂ آفاق بود، قلم و زبان را طاقت آں نیست کہ بتحریر و تقریر اوصافش پردازد، و در عہدِ خود قبولے عظیم یافت۔" (۲)

ترجمہ: وہ علوم ظاہری میں منفرد اور رموز باطنی میں مشہورِ زمانہ تھے، قلم وزبان میں ان کے اوصاف و کمالات کے لکھنے اور بیان کرنے کی طاقت نہیں ہے، انھیں اپنے زمانہ میں بڑی عزت ومقبولیت ملی۔

۱۔ مآثر الکرام، ج:۱، ص:۱۸۸، مطبع: مفید عام، آگرہ، ۱۳۲۸ھ۔

۲۔ خزینۃ الاصفیاء، ج:۲، ص:۳۹۰، مطبع: منشی نول کشور، کان پور۔

حکیم عبدالحیٔ رائے بریلوی کا بیان:

حکیم عبدالحیٔ رائے بریلوی نے اپنی کتاب "نزہۃ الخواطر" میں ملک العلماء، قاضی شہاب الدین کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"الشيخ الإمام الكبير العلامة قاضي القضاة، ملك العلماء شهاب الدين بن شمس الدين الدولة آبادي أحد الأئمة بأرض الهند ... كان غاية في الذكاء وسيلان الذهن وسرعة الإدراك وقوة الحفظ وشدة الإنهماك في المطالعة والنظر في الكتب، لاتكاد نفسه تشبع من العلم ، ولاتروى من المطالعة، ولا تمل من الاشتغال، ولا تكل من البحث۔"(۱)

ترجمہ: شیخ امام کبیر علامہ قاضی القضاۃ، ملک العلماء، شہاب الدین بن شمس الدین دولت آبادی سرزمین ہند کے ایک امام ہیں ۔۔۔ وہ ذہانت، سرعتِ فہم، قوتِ حفظ، مطالعہ میں غایتِ انہماک اور کتب بینی میں درجۂ کمال رکھتے تھے، ان کا دل علم سے بھرتا نہیں تھا اور نہ ہی وہ مطالعہ سے سیراب ہوتے تھے، علمی مشاغل سے نہ اکتاتے اور نہ ہی بحث ومباحثہ سے گھبراتے تھے۔

ملک العلماء کے معروف ومشہور اساتذہ:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے اساتذۂ کرام میں صرف دو نام کتابوں میں ملتے ہیں:

(۱) قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی۔

(۲) مولانا خواجگی بن محمد حنفی دہلوی۔

قاضی صاحب کی شخصیت سازی میں ان دونوں اساتذہ کی توجہ نے بڑا کام کیا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان ہی اساتذۂ کرام کی نگاہِ کیمیا اثر نے قاضی صاحب کے اندر ملک العلماء بننے کی استعداد بخشی۔ اس لیے ہم سر دست قاضی صاحب کے ان دونوں اساتذہ کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں:

۱۔ نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، ج:۳، ص: ۲۳۳، ملخصاً، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

[۱] قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی:

قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی ۲۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور شیخ الاسلام فریدالدین اودھی کے خرمن علم وفضل سے خوشہ چینی کی اور ان کے تلمیذ رشید شیخ شمس الدین محمد بن یحییٰ اودھی سے ابتدائی کتب درسیہ پڑھیں۔

کہتے ہیں کہ دَورِ طالب علمی میں قاضی عبدالمقتدر اکثر شیخ نصیرالدین دہلوی کے پاس جایا کرتے اوران سے بعض عملی مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے جس سے شیخ نصیرالدین کو قاضی عبدالمقتدر کی جودت طبع اور علمی صلاحیت وقابلیت کا اندازہ ہوگیا اورانھوں نے ان کو تحصیل علم کی طرف خصوصی توجہ دلائی، بعد میں قاضی عبدالمقتدر نے ان سے تفسیر کشاف اور اصول بزدوی پڑھی اوران ہی کی بیعت وخلافت سے اپنی روحانی بزم سجائی۔

قاضی عبدالمقتدر اپنے دور میں دہلی کی جامع ترین شخصیت تھے،علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہراور صاحب ظاہر وباطن تھے۔ادب،فصاحت وبلاغت اور جودت طبع میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے،ان کا قصیدۂ نعتیہ لامیہ جو" قصیدۂ لامیۃ العجم" کے معارضہ میں ہے،ان کی قادرالکلامی، فصاحت وبلاغت اور شاعری کے ذوق لطیف پر شاہد عدل ہے۔اس کے ابتدائی چنداشعار درج ذیل ہیں:

یاسائق الظعن فی الأسحار والأصل
سلم علی دار سلمی فابك ثم سل

عن الظباء التی من دابها أبدا
صید الأسود بحسن الدل والنجل

وعن ملوك كرام قد مضو قددا
حتی یجیبك عنهم شاهد الطلل

أضحت إذا بعدت عنها كواعبها
أطالها مثل أجفان بلامقل

قاضی عبدالمقتدر ہمیشہ علوم وفنون کی تدریس وترویج میں مصروف رہے اوراکثر طلبہ

کو تحصیل علم اور حفظ شریعت کی وصیت کیا کرتے اور فرماتے تھے:

"ایک مسئلۂ شرعیہ میں غور وفکر کرنا اس ہزار رکعت پر فضیلت رکھتا ہے جو عجب وریا سے پڑھی جائے۔"

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے دہلی میں ان سے اکتساب علم کیا اور ان کی درس گاہ میں مختلف کتابیں پڑھیں۔

اس طرح قاضی عبدالمقتدر دہلوی نے پوری زندگی علوم شرعیہ اور فنون ادبیہ وعقلیہ کی تعلیم وتدریس میں بسر کی اور ۲۶؍محرم الحرام ۷۹۱ھ/ ۲۵؍جنوری ۱۳۸۹ء کو اٹھاسی سال کی عمر میں دہلی میں وفات پائی اور درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی میں "حوض شمسی" کے جنوب میں اپنے والد ماجد قاضی رکن الدین کے قریب مدفون ہوئے۔"نورِ سعادت" سے آپ کا سال وصال (۷۹۱ھ) برآمد ہوتا ہے۔(۱)

[۲] مولانا خواجگی بن محمد حنفی دہلوی:

مولانا خواجگی بن محمد حنفی دہلوی نے دہلی کی علمی فضا میں آنکھیں کھولیں، مولانا معین الدین عمرانی سے اکتساب علم وفن کیا جو اپنے وقت میں فقہ، اصول فقہ، نحو وصرف، علم کلام اور منطق وفلسفہ میں دہلی کے مشہور عالم اور کامیاب مدرس مانے جاتے تھے۔اور شیخ نصیرالدین محمود اودھی سے معرفت وطریقت حاصل کی جو اپنے وقت کے ولی کامل تھے اور ان ہی سے اجازت وخلافت بھی پائی۔آپ کے تلامذہ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مولانا خواجگی دہلی میں اکتساب علم وفضل میں مصروف تھے ،اس وقت اپنے استاذ سے سبق پڑھنے کے بعد شیخ نصیرالدین محمود اودھی کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔آپ کے استاذ مولانا معین الدین عمرانی کا نظریہ شیخ نصیرالدین

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص:۱۴۷، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔/ حدائق الحنفیۃ، ص:۳۲۶، ادبی دنیا، ۵۱۰ گلی، مٹیا محل، دہلی ۶۔/ دیار پورب میں علم اور علما، ص:۱۶۱، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔/ تذکرۂ علما مع حواشی وتعلیقات، ص:۳۸، وص:۴۷، الفتح پبلی کیشنز، راول پنڈی۔/ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص:۵۷، معہد الدراسات الاسلامیہ، جامعہ علی گرہ الاسلامیہ، علی گڑھ۔

محمود کے بارے میں وہی تھا جو عام علما کا فقیروں کے بارے میں ہوا کرتا ہے ؛ اس لیے انھوں نے کبھی اُن سے ملاقات بھی نہیں کی تھی۔

مولانا خواجگی دہلوی کو ان دونوں بزرگوں سے عقیدت و محبت تھی اور وہ ان کی آپسی شکر رنجی سے پریشان تھے۔ اتفاق سے ایک مرتبہ مولانا معین الدین عمرانی کو اتنی سخت کھانسی ہوئی کہ طبیبوں سے علاج کرانے کے باوجود کچھ افاقہ نہیں ہوا جس کی وجہ سے مولانا معین الدین عمرانی اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے۔

اس موقع پر مولانا خواجگی نے اپنے استاذ سے بصد ادب و احترام عرض کیا:

حضرت! اگر مناسب خیال فرمائیں تو شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے پاس چلیں اور ان سے دعا کرائیں، ممکن ہے کہ اللہ جل شانہ ان کی دعاؤں کی برکت سے شفا عطا فرمائے۔

ابتدا میں مولانا معین الدین عمرانی نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا، لیکن جب کھانسی کی تکلیف سے بہت تنگ آ گئے تو شیخ نصیر الدین محمود کے پاس جانے پر راضی ہو گئے اور ان سے ملاقات کرنے کے لیے چل پڑے۔

جب مولانا معین الدین عمرانی شیخ کی خانقاہ میں پہنچے تو شیخ فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے، کھانا تیار تھا، لیکن گھر والوں کو سادہ چاول اور دہی منگوانے کا حکم دے کر واپس خانقاہ میں تشریف لائے اور مولانا معین الدین عمرانی سے ملاقات کی، تھوڑی دیر تک دونوں بزرگوں کی صحبت گرم رہی، اتنے میں خادم نے دسترخوان بچھایا اور اس پر قسم قسم کا کھانا چن دیا، ان میں سے سادہ چاول اور دہی شیخ نصیر الدین محمود نے مولانا معین الدین عمرانی کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا: تناول فرمائیں۔ مولانا نے تو پہلے انکار کیا ؛ کیوں کہ کھانسی کی حالت میں یہ دونوں چیزیں کھانا بظاہر موت کو دعوت دینا تھا، مگر جب شیخ نے دوبارہ کہا تو انکار نہ کر سکے اور چند لقمہ اس میں سے کھایا، پھر دسترخوان اٹھا لیا گیا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد مولانا معین الدین عمرانی کو سخت کھانسی شروع ہو گئی تو شیخ نصیر الدین محمود نے خادم کو حکم دیا کہ ایک طشت مولانا کے سامنے دکھ دی جائے، مولانا اسی میں تھوکتے رہے اور تھوڑی دیر میں جتنا بلغمی مادہ تھا وہ سب باہر آ گیا اور اس طرح شیخ نصیر الدین محمود کے پاس دہی اور چاول کھانے سے مولانا معین الدین عمرانی بالکل شفا یاب

ہوگئے۔ اس واقعہ سے مولانا کو شیخ سے بے پناہ عقیدت ومحبت ہوگئی اور دونوں ایک دوسرے سے بڑی خندہ پیشانی سے ملنے لگے۔

مولانا خواجگی بن محمد حنفی دہلوی علیہ الرحمہ فراغت کے بعد اپنے استاذ و شیخ اور بزرگوں کے طریقے پر درس وتدریس میں مشغول ہوگئے اور اسی کام میں پوری زندگی بسر کردی۔

آخری عمر میں تیموری فتنہ سے پہلے دہلی چھوڑ کر کالپی چلے گئے اور وہیں ۸۰۹ھ میں وفات پائی۔آپ کا مزار کالپی شہر کے باہر ہے جہاں عوام وخواص سبھی زیارت کے لیے آتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔(۱)

تعلیم وتدریس کا آغاز:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی جب مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل سے فارغ ہوئے تو دہلی ہی میں تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

یہ زمانہ مشرقی دنیاے اسلام کے لیے بڑا پر آشوب تھا؛ کیوں کہ ایک صدی پہلے تاتاریوں نے جو تباہی وبربادی برپا کی تھی اس کے اثرات ابھی باقی ہی تھے کہ ۷۷۱ھ میں تیموری فتنہ اٹھ کھڑا ہوا جس کے خطرات دہلی پر بھی منڈلانے لگے،اس کی وجہ سے وہاں کے باشندوں کا چین وسکون غارت ہوگیا اور وہ خوف وہراس کے سایے میں زندگی بسر کرنے لگے۔

ان ہی پریشان کن حالات میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے تعلیمی اور تدریسی میدان میں قدم رکھا۔ظاہر ہے کہ جس دَور میں پرانی علمی اور روحانی مجلسوں کو ہر آن ویرانی کا خطرہ ہو،اس میں کسی نئی درس گاہ کا مرکزیت ومرجعیت حاصل کرنا بہت مشکل تھا،مگر قاضی صاحب نے خداے وحدہ لاشریک کے فضل وکرم اور اپنی جہد مسلسل وسعی پیہم سے ان ہی نامساعد حالات میں اتنی شہرت وناموری حاصل کرلی کہ مشرقی دیار جون پور تک ان کے علم وفضل کے چرچے ہونے لگے، یہاں تک کہ ”جون پور“ کا حکمراں سلطان ابراہیم شاہ شرقی بھی

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: اخبار الاخیار فی اسرار الابرار،ص:۱۴۱،مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ/ نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۳،ص:۲۴۷،دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔/ دیار پورب میں علم اور علما،ص:۱۶۰،البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

ان کا معتقد ہو گیا۔

دہلی سے کالپی کی طرف روانگی:

ایک شب شیخ نصیر الدین محمود اودھی معروف بہ "چراغ دہلی" کے مرید وخلیفہ سید محمد بن یوسف گیسو دراز جو صاحبِ کشف وکرامت بزرگ تھے، انھوں نے خواب دیکھا کہ تیموری فتنے کا سیلاب دہلی تک آ گیا ہے۔

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے مشفق ومہربان استاذ حضرت علامہ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی نے جب ان کا یہ خواب سنا تو تیموری فتنے کے دہلی تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ دہلی سے کالپی کے لیے روانہ ہو گئے۔

قاضی شہاب الدین صاحب کو اپنے استاذ وشیخ کی جدائی گوارانہ ہوئی؛ کیوں کہ ان کے دوسرے کرم فرما استاذ حضرت علامہ قاضی عبد المقتدر دہلوی علیہ الرحمہ ۷۹۱ھ میں ہی اس دارِ فانی سے کوچ کر چکے تھے اور اب یہی تنہا ان کے علمی وروحانی مربی تھے، نیز دہلی کے حالات اصحابِ علم وفضل کے حق میں بڑی تیزی سے بگڑتے جا رہے تھے، دہلی کی علمی اور روحانی محفلیں ویران ہونے لگیں تھیں اور اربابِ فضل وکمال جوق در جوق وہاں سے ہجرت کرنے لگے تھے؛ اس لیے قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی اپنے مشفق ومہربان استاذ حضرت علامہ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی کے ہمراہ کالپی کے لیے روانہ ہو گئے۔

حضرت علامہ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی چوں کہ اپنی عمر کا بیشتر حصہ دہلی میں درس و تدریس میں گزار چکے تھے؛ اس لیے انھیں کالپی کا گوشہ پسند آ گیا اور انھوں نے کالپی میں ہی مستقل سکونت اختیار کر لی، لیکن قاضی شہاب الدین صاحب چند دن وہاں قیام کرنے کے بعد "جون پور" چلے گئے۔

اس سلسلے میں مولوی رحمان علی اپنی کتاب "تذکرۂ علمائے ہند" میں اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"ہرگاہ لشکرِ امیر تیمور متوجہ "دہلی" شد، قبل رسیدنش بدہلی قاضی شہاب الدین ہمراہِ استادِ خود مولانا خواجگی از دہلی بہ "کالپی" شتافت، مولانا خواجگی بہ "کالپی" رختِ اقامت انداخت و

قاضی بہ "جون پور" رفت۔"(۱)

ترجمہ: جس وقت امیر تیمور کی فوج نے دہلی کا رخ کیا تو اس کے دہلی پہنچنے سے پہلے ہی قاضی شہاب الدین اپنے استاذ مولانا خواجگی کے ساتھ دہلی سے کالپی کی طرف چل پڑے۔ مولانا خواجگی نے "کالپی" میں سکونت اختیار کر لی اور قاضی صاحب "جون پور" چلے گئے۔

کالپی سے جون پور کا سفر:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو "کالپی" میں کام کرنے کے مواقع وامکانات کم نظر آئے؛ اس لیے انھوں نے کالپی چھوڑ کر "جون پور" کا رخ کیا۔

بعض کتابوں کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے قاضی صاحب کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ چنان چہ "تجلی نور" میں ہے:

"مولانا خواجگی نے کالپی کو وطن بنایا اور قاضی شہاب الدین، سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی طلب پر جون پور تشریف لائے۔"(۲)

یہ بات قرین قیاس بھی لگتی ہے کہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے خود ہی قاضی شہاب الدین صاحب کو جون پور آنے کی دعوت دی ہو؛ کیوں کہ قیام دہلی کے زمانہ میں آپ کے فضل وکمال کا چرچا اور علمی جاہ وجلال کا شہرہ عام ہو چکا تھا، اور قاضی صاحب نے اپنے کرم فرما استاذ حضرت علامہ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی کی جدائی برداشت کرتے ہوئے سلطان کی دعوت اس لیے قبول کر لی ہو کہ جون پور کے اندر کام کرنے کے مواقع زیادہ ملیں گے اور علم دین اور مذہب اسلام کی خدمت زیادہ ہو سکے گی۔

مولانا خیر الدین محمد جون پوری اپنی کتاب "تذکرۃ العلماء" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے جون پور آنے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"سلطان ابراہیم شرقی بادراکِ نویدِ ورودِ قاضی در کالپی سفیرانِ دانشمند را باتحف وہدایا بخدمت وے فرستادہ خواہان قدوم اوشد۔

۱۔ تذکرۂ علمائے ہند، ص: ۸۸، مطبع: نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۱۴ء۔

۲۔ تجلی نور، ج ۲: ص: ۳۳، مطبع: جادو پریس، جون پور۔

قاضی بارشاد استاد و استدعاے سلطان با جماعتے از فضلا و طلبہ متوجہ دارالسرور جون پور شد۔ سلطان لوازم قدر شناسی افزوں از وصف او بجا آورد و بخطاب ”ملک العلماء“ بلند آوازہ ساخت، در جنب مسجد جامع خود برائے او مدرسۂ خاص و قصرہاے شاہانہ آراست۔“ (۱)

ترجمہ: سلطان ابراہیم شرقی نے قاضی شہاب الدین کے کالپی میں آنے کی خوش خبری سنتے ہی اہل علم سفیروں کو ہدایا و تحائف دے کر ان کی خدمت میں روانہ کیا اور جون پور میں ان کی تشریف آوری کی خواہش ظاہر کی۔

قاضی صاحب استاذ کی ہدایت اور سلطان کی دعوت پر فضلا و طلبہ کی ایک جماعت لے کر دارالسرور جون پور تشریف لائے، سلطان نے قاضی صاحب کی شخصیت سے بڑھ کر اُن کی قدر و منزلت کا اہتمام کیا اور ”ملک العلماء“ کے خطاب سے اُن کو شہرت دی اور اپنی جامع مسجد (اٹالہ مسجد) کے پہلو میں ان کی تدریسی خدمات کے لیے خاص مدرسہ اور رہائش کے لیے شاہانہ مکانات بنوائے۔“

اس وقت ”جون پور“ میں متعدد علماے کرام و فضلاے عظام کی درس گاہیں جاری تھیں اور ان میں پوری دل جمعی کے ساتھ تعلیمی اور تدریسی خدمات انجام دی جا رہی تھیں، ان ہی میں قاضی شہاب الدین صاحب نے بھی اپنا حلقۂ درس قائم کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں علما و مشائخ کے درمیان ان کی درس گاہ کی اہمیت و افادیت کا عام چرچا ہونے لگا اور قاضی صاحب کی بافیض درس گاہ سے بہت سے نامور شاگرد پیدا ہوئے اور دین اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔

لیکن قاضی صاحب کس تاریخ یا کس سنہ میں ”جون پور“ تشریف لائے، اس سلسلے میں تذکرہ نگار خاموش نظر آتے ہیں۔ مختلف کتابوں کی ورق گردانی سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ جون پور تشریف لائے اس وقت وہاں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی حکمرانی تھی اور غوث العالم سید مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ بقید حیات تھے۔

سلطان ابراہیم شاہ شرقی اپنے بھائی مبارک شاہ شرقی کے انتقال کے بعد ۸۰۴ھ میں تخت نشیں ہوا، اور غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ کا وصال

۱۔ تذکرۃ العلماء، ص: ۱۳، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ۔

۸۰۸ھ میں ہوا، گویا ۸۰۴ھ سے ۸۰۸ھ کے درمیان کسی وقت قاضی شہاب الدین دولت آبادی جون پور تشریف لائے۔

جون پور کی طرف ارباب علم وفضل کا رجحان:

تیموری فتنے میں دہلی کی تباہی و بربادی کی وجہ سے ہند و بیرون ہند کے علما، فضلا اور مشائخ و دانشوران "جون پور" کا رخ کرنے لگے تھے، اُس وقت جون پور میں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی حکمرانی تھی اور وہاں حسب حیثیت ارباب علم ودانش واصحاب فضل وکمال کی خوب پذیرائی ہو رہی تھی؛ اس لیے مختصر سے وقت میں "جون پور" ہندوستان کا ایک بڑا علمی مرکز بن گیا، یہاں تک کہ اسے "شیراز ہند" کہا جانے لگا۔

اس صورت حال کا تذکرہ "تاریخ فرشتہ" میں اس طرح کیا گیا ہے:

"مبارک شاہ کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ابراہیم شاہ کے لقب سے تخت نشیں ہوا، یہ بادشاہ عقل وفہم اور علم وفضل کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا، اس کے عہد حکومت میں ہندوستان کے علما و فضلا کے علاوہ ایران و توران کے علما وفضلا بھی جون پور میں آ گئے، ابراہیم شاہ نے ہر طرح سے ان کی دل جوئی کی، انھیں امن واطمینان سے زندگی گزارنے کا سامان بہم پہنچایا۔ علما نے بہت سی کتابیں ابراہیم شاہ کے نام سے معنون کیں، بادشاہ کے دربار میں ارباب علم ودانش کی ایک جماعت جمع ہو گئی اور اس طرح جون پور ایک اہم علمی مرکز بن گیا۔۔۔ جون پور کی تمام رعایا ابراہیم شاہ شرقی سے بے حد خوش تھی، ہر فرد اپنے بادشاہ کو خدا کی نعمت سمجھتا تھا، ملک میں چاروں طرف امن وامان اور خوش حالی کا دَور دَورہ تھا۔"(۱)

جون پور کی تعلیمی وتدریسی شان وشوکت:

جون پور ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کا ایک تاریخی شہر ہے، تغلق خاندان کے تیسرے حکمراں سلطان فیروز شاہ تغلق (جونا خان) نے ۷۷۲ھ میں اسے آباد کیا اور اپنے نام پر اس شہر کا نام "جون پور" رکھا، اس طرح اس نے بلاد پورب کو علم ومعرفت کے نئے دَور

۱۔ تاریخ فرشتہ، ج:۲، ص:۳۰۵، ملخصا، مطبع: منشی نول کشور۔

میں داخل کر دیا، تغلقوں کی حکومت کے بعد یہ شاہان شرقی کا دارالخلافہ رہا، فتنۂ تیموری میں پریشان حال ارباب علم وفضل نے اس شہر کا رخ کیا جس سے تعلیمی وتدریسی میدان میں اس کی خوب شہرت ہوئی یہاں تک کہ وہ اس زمانہ میں تعلیم وتدریس کا مرکز بن گیا۔اس سلسلے میں قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں:

"یہ علاقہ صدیوں سے علم وفضل اور روحانیت ومشیخت کا گہوارہ تھا، اور پورب کے دیار میں شاہان شرقیہ جون پور کے بہت پہلے تغلقوں کے دور سے کڑا مانک پور اور اودھ (اجودھیا) سے علم وروحانیت کے چشمے پھوٹ رہے تھے، جون پور سے متصل اودھ کی سرزمین سے آٹھویں صدی میں کئی سرآمدگان روزگار اٹھے جن کے علمی غلغلہ اور روحانی روشنی سے پورا ہندوستان معمور ومنور تھا، یہ روشنیاں دہلی کے میناروں سے پورے ملک کو منور کر رہی تھیں، قاضی شہاب الدین نے دہلی میں ان ہی اساتذہ ومشائخ سے علم ومعرفت کی تکمیل وتحصیل کی تھی۔

شیخ الاسلام فرید الدین اودھی، مولانا بدرالدین اودھی، شیخ جلال الدین اودھی، شیخ جمال الدین اودھی، شیخ زین الدین اودھی، شیخ فتح اللہ اودھی، شیخ نصیرالدین محمود بن یحییٰ اودھی چراغ دہلوی وغیرہ اسی سرزمین کے فرزند تھے، جن میں سے اکثر دہلی چلے گئے اور وہیں سے ان کے علمی اور روحانی فیوض عام ہوئے۔

اسی طرح کڑا مانک پور اور دوسرے قصبات علم وفضل اور علما وفضلا کے مرکز تھے، پھر جب ۷۹۶ھ میں ملک سرور خواجہ جہاں نے جون پور میں شرقی سلطنت قائم کی تو یہاں کے گلستان علم وفضل میں بہار آگئی، دلی پر تیمور کے حملہ کے بعد یہاں کے بہت سے اہل علم جون پور آگئے، اس طرح اودھ اور پورب کے علمی ودینی فیوض وبرکات دہلی سے اپنے وطن میں لوٹ آئے اور جون پور "دلی ثانی" بن گیا۔

تیموری فتنہ میں بہت سے علما ومشائخ اور ان کے خانوادے دہلی سے جون پور آئے اور اپنے اپنے انداز میں کام پر لگ گئے، مگر حق یہ ہے کہ ان میں قاضی شہاب الدین نے جو شہرت وناموری حاصل کی وہ کسی کے حصہ میں نہیں آئی اور اس میں ان کا کوئی معاصر، شریک وسہیم نہیں ہے۔

اس دَور میں جون پور میں متعدد علمائے فحول کی درس گاہیں جاری تھیں، مگر آہستہ آہستہ ان درس گاہوں کی افادیت میں کمی آتی گئ اور حالات میں کچھ ایسی تبدیلی آئی کہ علما کا ذوق، روحانیت و مشیخت کا رنگ اختیار کرنے لگا، بڑے بڑے علما اور اساتذہ مدرسوں کی بھیڑ بھاڑ سے نکل کر خانقاہوں کی پرسکون فضا میں ”قال“ کے بجائے ”حال“ سے مانوس ہوگئے، اس سے جون پور کی اکثر درس گاہیں ختم ہوگئیں، مگر اس زمانہ میں بھی قاضی شہاب الدین کا مدرسہ پوری شان کے ساتھ چلتا رہا، ان کے بعد بھی ان کا فیض جاری رہا، ان کے شاگرِدِ رشید شیخ عبد الملک جون پوری اس کے صدر مدرس ہوئے اور ان کے فیض یافتگان میں درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

قاضی نصیر الدین گنبدی (متوفیٰ: ۸۲۷ھ) جب دہلی سے جون پور آئے تو سلطان ابراہیم نے ان کو جون پور کا قاضی بنا دیا، وہ درس وتدریس میں بھی شہرت رکھتے تھے، مگر جلد ہی انھوں نے ترک وتجرید کی زندگی اختیار کرلی اور ان کا علمی فیض بند ہوگیا۔

مولانا شیخ فتح اللہ اودھی (متوفیٰ: ۸۲۱ھ) مدتوں دہلی میں درس دے چکے تھے، جون پور آنے کے بعد یہ سلسلہ ختم کرکے ارشاد وتلقین میں مصروف ہوگئے اور اپنے مرید خاص شیخ محمد ابن عیسیٰ کو جو دہلی سے نئے نئے جون پور آئے تھے، قاضی شہاب الدین صاحب کے پاس بھیج کر ان کی تعلیم مکمل کرائی۔

مولانا قاضی تاج الدین ظفر آبادی (متوفیٰ: ۸۳۱ھ) کا شمار فقرائے کبار میں ہوتا تھا، وہ ظفر آباد کے قاضی تھے، ابتدا میں درس وتدریس کا مشغلہ تھا، بعد میں اس کو ترک کرکے زہد وعبادت میں منہمک ہوگئے۔

مولانا حسام الدین جون پوری (متوفیٰ: ۸۴۰ھ) نے عہد ابراہیمی میں ایک زمانہ تک تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، بعد میں وہ بھی اس سے الگ ہوگئے اور شاہ بدیع الدین مدار سے طریقۂ مداریہ حاصل کرکے ان کی صحبت اختیار کی۔

مولانا قیام الدین ظفر آبادی (متوفیٰ: ۸۱۷ھ) دہلی کے علمائے فحول میں تھے، ظفر آباد آنے کے بعد تعلیم وتدریس میں مشغول ہوئے اور مدتوں یہ خدمت انجام دیتے رہے، مگر آخر میں ترک وتجرید اور زہد وقناعت کا گوشہ پسند کیا۔

مولانا نورالدین ظفر آبادی (متوفیٰ: ۸۲۶ھ) بڑے عالم وفاضل تھے اور تدریسی مشاغل میں زندگی بسر کرتے تھے، پھر مشائخ کا طریقہ اختیار کرلیا اور درس وتدریس چھوڑ کر قلت طعام، قلت منام اور قلت کلام پر کار بند ہو گئے۔

یہ غور کرنے کی بات ہے کہ شہر آشوب دہلی کے اثرات کی وجہ سے جون پور کے علما وفضلا کا رجحان ترک وتجرید کی طرف ہو گیا، تو دوسرے مقامات کا کیا حال رہا ہوگا۔

مگر یہ صورت حال وقتی اور ہنگامی تھی، اس کے بعد پھر علوم وفنون کے گلشن میں بہار آ گئی اور ایک صدی کے اندر پھر دیارِ پورب "شیرازِ ہند" بن گیا، اور یہ ان چند درس گاہوں کا فیض تھا جو اس دَور میں بھی جون پور میں پورے نشاط کے ساتھ علوم وفنون کی تعلیم واشاعت میں سرگرم تھیں اور ان کے اساتذہ وتلامذہ علم وفن کے قصر معلیٰ کے سپاہی بن کر اس کی حفاظت کر رہے تھے، ان میں قاضی شہاب الدین اور ان کے تلامذہ سب سے آگے تھے جن کا علمی سلسلہ تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف کے میدان میں اپنے اسلاف کے طریقہ پر کام کرتا رہا۔" (۱)

قاضی شہاب الدین سے ابراہیم شاہ شرقی کی عقیدت:

سلطان ابراہیم شاہ شرقی بڑا علم دوست اور علما نواز فرماں روا تھا، اُسے علما ومشائخ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، اُن کی تعظیم وتکریم کو وہ اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتا اور ان کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا، اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے تو خصوصی لگاو اور بے انتہا عقیدت ومحبت رکھتا تھا، یہاں تک کہ اُن کی صحت وشفا کے لیے اپنی جان تک نچھاور کرنے پر آمادہ نظر آتا تھا۔

جب قاضی شہاب الدین دولت آبادی "جون پور" تشریف لے گئے تو سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے ان کی آمد کو بہت غنیمت سمجھا اور خوب تعظیم وتکریم کی، اپنی مسجد کے پہلو میں اُن کی تدریسی خدمات کے لیے خاص مدرسہ اور رہائش کے لیے شاہانہ مکانات بنوائے جہاں قاضی صاحب نے درس وتدریس کی انجمن سجائی اور ملک و بیرون ملک کے طول

۱۔ دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۱۹۹ تا ۲۰۱، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

وعرض سے آنے والے تشنگان علوم کو سیراب کرنا شروع کر دیا، اس کے ساتھ ہی تصنیف وتالیف کا کام بھی انتہائی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

سید غلام علی آزاد بلگرامی "سبحۃ المرجان فی آثار ہندستان" میں لکھتے ہیں:

"وذهب القاضي إلى دار الحبور "جون فور" فاغتنم السلطان إبراهيم الشرقي والي "جون فور" ورودَه، وعظمه بين الكبراء، ولقبه بملك العلماء فزين القاضي مسند الإفادة، وفاق البرجيس في إفادة السعادة، وألف كتبا سارت بها ركبان العرب والعجم، وأزكى سراجا أهدى من النار الموقدة على العلَم۔" (۱)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی اربابِ فضل وکمال علمائے ذوی الاحترام کے شہر "جون پور" تشریف لے گئے تو سلطان ابراہیم شرقی والی "جون پور" نے ان کی آمد کو غنیمت سمجھا، ارکان حکومت کے درمیان انھیں عزت دی اور "ملک العلماء" کا خطاب عطا کیا تو قاضی صاحب نے مسندِ درس وافادہ کو زینت بخشی، اور سعادت وفیض رسانی میں برجیس سے بھی سبقت لے گئے، اور مختلف علوم وفنون میں ایسی کتابیں لکھیں جنھیں عرب وعجم کے علمی قافلے اپنے ساتھ لے گئے، اور علم وفضل کا ایسا چراغ روشن کیا جو پہاڑ پر جلائی گئی آگ سے زیادہ راہنما ہے۔

مولوی رحمان علی نے "تذکرۂ علمائے ہند" میں لکھا ہے:

"سلطان ابراہیم شرقی قدوم قاضی مغتنم شمردہ باعزاز وتعظیم تمام پیش آمدش واورا بہ "ملک العلماء" ملقب کرد۔" (۲)

ترجمہ: سلطان ابراہیم شرقی نے قاضی صاحب کی تشریف آوری کو غنیمت جانا اور ان کی خوب تعظیم وتکریم کی اور ان کو "ملک العلماء" کا لقب دیا۔

قاضی شہاب الدین صاحب جب کبھی کسی خاص موقع پر سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے دربار میں تشریف لے جاتے تو سلطان ان کی بڑی عزت افزائی کرتا۔ چنان چہ

۱۔ سبحة المرجان في آثار هندوستان، ص: ۹۵، ۹۶، ملخصاً، معهد الدراسات الاسلامية، جامعة على كره الاسلامية، على كره۔

۲۔ تذکرۂ علمائے ہند، ص: ۸۸، مطبع: منشی نول کشور لکھنؤ۔

تاریخ فرشتہ میں ہے:

"سلطان ابراہیم شرقی در تعظیم وتوقیر او بسیاری می کوشید و بروز ہاے متبرک در مجلس سلطان ابراہیم بر کرسی نقرہ می نشست۔"(۱)

ترجمہ: سلطان ابراہیم شاہ شرقی قاضی شہاب الدین صاحب کی بڑی تعظیم وتکریم کرتا تھا اور متبرک دنوں میں قاضی صاحب، سلطان ابراہیم کی مجلس میں چاندی کی کرسی پر تشریف فرما ہوتے تھے۔

اور سلطان کا حال یہ تھا کہ وہ ہر جمعہ کو پابندی سے قاضی شہاب الدین صاحب کی خدمت میں حاضری دیتا اور قاضی صاحب اور ان کے تلامذہ کو شاہانہ لطف وکرم سے نوازتا تھا۔ مولانا خیر الدین محمد جون پوری "تذکرۃ العلماء" میں لکھتے ہیں:

"ہمیشہ بعدِ نمازِ جمعہ بمدرسۂ او حاضر می شد، ونذور بقاضی وعطایا بطلبۂ علوم می بخشید۔"(۲)

ترجمہ: سلطان ابراہیم شرقی ہمیشہ نمازِ جمعہ کے بعد قاضی شہاب الدین صاحب کے مدرسہ میں حاضری دیتا تھا اور قاضی صاحب کی خدمت میں نذرانے پیش کرتا اور طلبہ کو عطیات سے نوازتا تھا۔

ہم عصروں کے حسد کی ایک روایت:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی شہرت ونام وری اور خود سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے دربار میں اُن کے جاہ ومنصب کی رفعت وبلندی کی وجہ سے بہت سے ہم عصروں میں حسد پیدا ہو گیا، لیکن ان سب کے باوجود قاضی صاحب نے بڑے صبر وتحمل سے کام لیا اور اپنا کام بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔

مولانا خیر الدین محمد جون پوری "تذکرۃ العلماء" میں لکھتے ہیں:

"ابنائے جنس او را رگِ حسد در جنبش آمد، قاضی شکایتِ حسادرا بمولانا خواجگی نوشت، او در جوابِ آں ایں دو بیت قلمے فرمود:

۱۔ تاریخ فرشتہ، ج:۲، ص:۳۰۶، مطبع: منشی نول کشور۔

۲۔ تذکرۃ العلماء، ص:۱۳۰، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ۔

اے بیش ازاں کہ درقلم آید ثناے تو • واجب بر اہل مشرق ومغرب دعاے تو
اے در بقاے عمرِ تو نفع جہانیاں • باقی مباد ہر کہ نخواہد بقاے تو

ترجمہ: ان کے ہم منصب علما کے دلوں میں حسد پیدا ہوگیا، قاضی صاحب نے حاسدوں کی شکایت اپنے استاذ مولانا خواجگی کو لکھی تو انھوں نے اس کے جواب میں (شیخ سعدی کے) یہ دو اشعار تحریر فرمائے۔

اے وہ ذات جو قلم کی تعریف سے فزوں تر ہے، مشرق ومغرب کے رہنے والوں پر تیرے حق میں دعا کرنا واجب ہے۔ اے وہ ذات جس کی بقا میں دنیا والوں کا فائدہ ہے، خدا کرے وہ شخص زندہ نہ رہے جو تیری بقا نہیں چاہتا ہے۔

کہتے ہیں کہ تھوڑے ہی زمانہ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے حاسدوں کی جماعت فنا ہوگئی اور اس میں سے کوئی زندہ باقی نہیں رہا۔(۱)

قاضی صاحب کی بیماری میں سلطان کی جاں نثاری:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی عقیدت ومحبت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب بیمار پڑ گئے، سلطان ابراہیم شاہ شرقی ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر گیا، مزاج پرسی اور اظہارِ محبت وتعلق کے بعد پانی سے بھرا ہوا پیالہ منگایا اور اسے قاضی صاحب کے سر کے گرد گھمایا اور یہ دعا کرتے ہوئے اس پیالہ کا پانی پی گیا:

"بارِخدایا! ہر بلاے کہ در راہِ او باشد نصیبِ من گرداں واو را شفا بخش۔"(۲)

ترجمہ: اے اللہ! ہر وہ مصیبت جو قاضی صاحب پر آنے والی ہو، اسے میرے نصیب میں ڈال دے اور انھیں شفا عطا فر دے۔

اس واقعہ پر ملا محمد قاسم ہندو شاہ نے سلطان کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے "تاریخ فرشتہ" میں اس طرح لکھا ہے:

"ازیں جا عقیدۂ آں صاحبِ تخت وتاج نسبت علماے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلوم می

۱۔ تذکرۃ العلماء، ص: ۱۳، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیاپوکھر روڈ، کلکتہ۔
۲۔ تاریخ فرشتہ، ج: ۲، ص: ۳۰۶، مطبع: منشی نول کشور/ تذکرۂ علماے ہند، ص: ۸۹، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

تواں کرد کہ تا چہ غایت بود۔"(۱)

ترجمہ: اس واقعہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اس صاحبِ تخت و تاج سلطان کو شریعتِ محمدی کے علما سے کس قدر عقیدت تھی۔

قاضی صاحب پر سلطان کی وفات کا اثر:

سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی یہ الفت و محبت یک طرفہ نہیں تھی، بلکہ ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی سلطان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ چنان چہ جب سلطان ابراہیم کا انتقال ہوا تو قاضی صاحب اس قدر غم گین ہوئے کہ اسی سال یا اس کے دو سال بعد وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تاریخ فرشتہ میں ہے:

"قاضی شہاب الدین نیز با سلطانِ عصر موافقت کردہ چنداں از فوت شاہ ابراہیم شاہ شرقی مغموم گشت کہ در ہماں سال یعنی أربعین و ثمان مئۃ بعالم قدس تشریف برد، والبقاء للملک المعبود۔ بعضے گویند کہ بدو سال بعد از فوت سلطان ابراہیم طائر روحش در ۸۴۲ھ اثنی وأربعین وثمان مئۃ بروضۂ رضوان پرواز کرد۔"(۲)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین صاحب نے بھی سلطان کا پورا پورا ساتھ دیا، سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے انتقال پر وہ اس قدر غم گین ہوئے کہ اُسی سال ۸۴۰ھ میں عالم بالا کی طرف تشریف لے گئے۔

اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ سلطان ابراہیم کے انتقال کے دو سال بعد ۸۴۲ھ میں ان کی روح باغ جنت کی طرف پرواز کر گئی۔

تاریخ فرشتہ کی عبارت سے تو یہ واضح ہے کہ قاضی شہاب الدین کا انتقال ۸۴۰ھ یا ۸۴۲ھ میں ہوا ہے، لیکن دوسرے تذکرہ نگاروں نے اس کے خلاف قاضی صاحب کا سنہ وفات ۸۴۸ھ یا ۸۴۹ھ ذکر کیا ہے، چنان چہ شیخ اسماعیل بن محمد امین بغدادی فرماتے ہیں:

"أحمد بن أبي القاسم عمر الزاولي شهاب الدين الدولةآبادي

۱۔ تاریخ فرشتہ، ج: ۲، ص: ۳۰۶، مطبع: منشی نول کشور۔

۲۔ تاریخ فرشتہ، ج: ۲، ص: ۳۰۶، مطبع: منشی نول کشور۔

الهندی الحنفی توفی سنة 848 ثمان وأربعین وثمان مائة۔"(۱)

ترجمہ: شہاب الدین احمد بن ابوالقاسم عمر زاولی، دولت آبادی، ہندی، حنفی کی وفات ۸۴۸ھ میں ہوئی۔

شیخ محمد صدیق خان قنوجی "ابجد العلوم" میں لکھتے ہیں:

"توفی فی سنة 849 ھ، ودفن بجون فور فی الجانب الجنوبی من مسجد السلطان إبراهیم الشرقی۔"(۲)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی وفات ۸۴۹ھ میں ہوئی اور جون پور میں سلطان ابراہیم شرقی کی مسجد کے جنوب میں دفن کیے گئے۔

مولوی رحمان علی نے تفصیل کے ساتھ تاریخ وفات ان الفاظ میں درج کی ہے:

"تاریخ بست وپنجم رجب، سال ہشت صد وچہل ونہ ہجری رحلت فرمودہ بجون پور جانب جنوب مسجد سلطان ابراہیم کہ بنام مسجد اٹالہ شہرت دارد مدفون شد۔"(۳)

ترجمہ: ۲۵/رجب، ۸۴۹ھ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی وفات ہوئی اور جون پور میں سلطان ابراہیم شرقی کی اٹالہ نامی مسجد کے جنوب میں مدفون ہوئے۔

مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے پہلی ملاقات:

سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے جب حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب دنیا میں حضرت جنید اور حضرت شبلی جیسے فقیر نہیں رہے۔ ایک شب خواب میں اسے ہدایت ہوئی کہ اس زمانہ میں بھی ایسے فقرا موجود ہیں جو جنید وشبلی سے کم نہیں ہیں، مگر طلب شرط ہے۔ صبح ہوتے ہی سلطان نے فقرا کی تلاش وجستجو اور ہر دَرویش وصوفی سے ملاقات شروع کر دی۔

ان ہی ایام میں غوث العالم، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ اپنے خدام واحباب کے ساتھ روح آباد، کچھوچھہ شریف سے جون پور تشریف لائے اور سلطان ابراہیم

۱۔ ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف، ج:۱،ص:۶۷، المکتبۃ الشاملۃ۔

۲۔ ابجد العلوم الوشی المرقوم فی بیان احوال العلوم، ج:۳، ص:۲۱۹، المکتبة الشاملة۔

۳۔ تذکرۂ علماے ہند، ص:۸۹، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

شاہ شرقی کی جامع مسجد میں قیام فرمایا۔

سلطان کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی عادت کے مطابق شرفِ دیدار حاصل کرنے کا ارادہ کیا، اس وقت ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ نے سلطان سے کہا:

”درویشِ اجنبی آمدہ، وی گویند کہ سید است و بغایت عالی حال، مناسب آں است کہ اول من روم و دریابم کہ چہ طور دارند۔“

ترجمہ: آنے والے دَرویش اجنبی ہیں (ان کے مزاج سے ہمیں کچھ بھی واقفیت نہیں ہے) جاننے والے بتارہے ہیں کہ وہ سید ہیں اور بڑے پایہ کے بزرگ ہیں، لہذا بہتر یہ ہے کہ پہلے میں جاؤں اور ان کے طور طریقے اور مزاج سے واقفیت حاصل کروں۔

سلطان ابراہیم نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا: ”بسیار خوب۔“ یعنی بہتر ہے، آپ تشریف لے جائیں۔

قاضی صاحب اربابِ علم وفضل کی ایک جماعت کے ساتھ مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سید صاحب اس وقت ظہر کی نماز ادا کرکے اوراد ووظائف میں مشغول تھے، جب ان کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ملاقات کے لیے آرہے ہیں تو دریافت فرمایا کہ کون ہیں؟

خدام نے عرض کیا: ”قاضی شہاب الدین کہ منسوب بجمیع علوم، ومشہور بہمہ فنون شدہ اند، ایشاں اند۔“

ترجمہ: قاضی شہاب الدین جو تمام علوم میں ماہر اور جملہ فنون میں مشہور ومعروف ہیں، یہی ہیں۔

قاضی شہاب الدین صاحب نے بزرگوں کی بارگاہ کے آداب کو خوب ملحوظ رکھا اور ابھی جامع مسجد سے دور ہی تھے کہ پالکی سے اتر پڑے اور اپنے ہمراہی علما وفضلا سے فرمایا:

”زنہار کسے اظہارِ فضیلت واصدارِ مسئلہ نکند کہ در حسن جبین سید نورِ ولایت می تابد۔“

ترجمہ: اس ملاقات میں ہرگز کوئی شخص اپنی برتری کا اظہار نہ کرے اور نہ ہی کوئی علمی مسئلہ چھیڑے؛ کیوں کہ سید صاحب کی پیشانی کے حسن وجمال میں ولایت کا نور جگمگا

رہا ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب یہ قطعہ گنگناتے ہوئے سید صاحب سے ملاقات کے لیے آگے بڑھے:

چہ خورشید ست تاباں از جبینش • کہ خورشید فلک زو ذرہ گردد
بگوہر سید است دریاے امواج • کہ دریاے جہاں چوں قطرہ گردد

ترجمہ: ان کی پیشانی سے کیسا نور چمک رہا ہے کہ فلک کا آفتاب اس کے سامنے ذرہ معلوم ہو رہا ہے۔

سید اپنی ذات میں لہریں مارنے والا دریا ہیں کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کے دریا قطرہ کی طرح ہیں۔

سید صاحب بھی قاضی صاحب کے استقبال کے لیے باہر تشریف لائے، ملاقات ہوئی اور انھیں نہایت ادب واحترام سے بٹھایا، دونوں میں مختلف موضوعات پر دیر تک گفتگو جاری رہی۔

اس موقع کا ذکر کرتے ہوئے لطائف اشرفی کے مرتب شیخ نظام الدین غریب یمنی نے بڑا شاندار شعر لکھا ہے:

چوں ز ایں جا شکر وآں شیر ریزد • بشکر و شیر چوں شیریں نخیزد

ترجمہ: جب ادھر سے قند اور ادھر سے دودھ بکھرے تو پھر قند اور دودھ کے امتزاج سے مٹھاس کیوں کر نہ پیدا ہو۔

قاضی صاحب نے اپنے ہمراہی علما وفضلا کو سید صاحب کی بارگاہ میں اظہار برتری اور علمی مباحث چھیڑنے سے منع کر دیا تھا، جس کی وجہ سے انھوں نے کوئی سوال تو نہیں کیا، لیکن ان میں سے ہر ایک کے دل میں کوئی نہ کوئی پیچیدہ مسئلہ کھٹک رہا تھا اور وہ حضرات اس کا جواب چاہ رہے تھے۔

اس مجلس میں سید صاحب کے ایک مرید شیخ ابوالوفا خوارزمی موجود تھے، جو تمام علوم وفنون میں کمال رکھتے تھے، انھوں نے نور فراست سے ان حضرات کی دلی کیفیت جان لی اور ان پیچیدہ مسائل کے حل کے لیے ایسی عمدہ اور جامع تقریر فرمائی کہ تمام حاضرین مطمئن

ہو گئے اور قاضی صاحب بھی بہت مسرور ہوئے۔

آخر میں قاضی صاحب نے سید صاحب سے عرض کیا:

"سلطان امروز می خواستند کہ بشرف ملازمت مشرف شوند ولیکن ایں خادم خواست کہ اول نعمت وتازہ دولت فقیر شما برد، فردا ان شاء اللہ تعالیٰ ما ہم بملازمتِ سلطان بپایے بوس مشرف خواہیم شد۔"

ترجمہ: سلطان ابراہیم آج آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہونا چاہتے تھے، مگر اس خادم نے چاہا کہ پہلے آپ کا یہ نیازمند خود شرفِ زیارت حاصل کر لے، ان شاء اللہ کل ہم سلطان کے ساتھ حضرت کی قدم بوسی کا شرف حاصل کریں گے۔

اس کے جواب میں سید صاحب نے فرمایا:

"نزدیکِ فقیر شما از سلطان بسیار بسیار بہتر اید، اگر می آیند ہم حاکم اند۔"

ترجمہ: فقیر کے نزدیک آپ کا مرتبہ سلطان سے بہت زیادہ بلند ہے، اگر سلطان آتے ہیں تو بادشاہ وقت ہیں، ان کو اختیار ہے۔

ملاقات کے بعد قاضی شہاب الدین صاحب اپنے ہمراہی علما وفضلا کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی صاحب نے اپنے مریدین ومعتقدین کے درمیان قاضی صاحب کے بارے میں ان کلمات کے ذریعہ اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا:

"در ہندوستان ایں مقدارِ فضیلت در کسے کم دیدہ ایم۔" (۱)

ترجمہ: ہندستان میں اس قدر فضیلت والے علما ہم نے کم ہی دیکھے ہیں۔

مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے دوسری ملاقات:

دوسرے دن سلطان ابراہیم شاہ شرقی اپنے امرا، وزرا، علما وفضلا کے ہمراہ بڑی شان وشوکت کے ساتھ مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے نکل پڑا، قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی ساتھ تھے، جب سلطان مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج: ۲، ص: ۱۰۴، ۱۰۵، مطبوعہ: مکتبہ سمنانی ۱۴ / ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

قاضی صاحب نے سلطان سے فرمایا:

"بایں ازدحام وانبوہِ انام خود بملازمتِ حضرت سید نمی توانم شد، مبادا ایں کثرتِ مردم موجبِ کلفتِ ایشاں شود۔"

ترجمہ: اس سلطانی خدم وحشم اور لوگوں کے جم غفیر کے ساتھ سید صاحب سے ملاقات کرنا مناسب نہیں ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کا یہ بڑا ازدحام سید صاحب کے لیے کلفت اور پریشانی کا باعث ہو۔

یہ سن کر سلطان ابراہیم شاہ شرقی اپنی سواری سے اتر پڑا اور اپنے ہمراہی امرا، وزرا اور اربابِ فضل وکمال میں سے قریب بیس افراد کا انتخاب کیا، پھر یہ منتخب جماعت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی زیارت اور ان کی قدم بوسی سے سرفراز ہوئی اور ان کی بارگاہ کا اس درجہ ادب واحترام ملحوظ رکھا کہ سید صاحب، سلطان سے بہت خوش ہوئے۔

اس زمانہ میں سلطانی فوج "قلعہ جنّادہ" کا محاصرہ کیے ہوئے تھی اور خود سلطان کو اس سلسلے میں بڑی فکر تھی جس کا تذکرہ اشارۃً وکنایۃً سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے سید صاحب سے کیا۔

سید صاحب نے اسی انداز میں فتح کی بشارت دی اور جب سلطان رخصت ہونے لگا تو اپنی خاص مسند جو ولایت سے لائے تھے اس کو عنایت فرمائی جس سے سلطان بہت خوش ہوا، اور دربار میں پہنچنے کے بعد سید صاحب کے متعلق اس طرح سے اپنے تاثرات کا اظہار کیا:

"چہ سید یست عالی جناب ومقاصد مآب، الحمد للہ کہ در ہندوستان چنیں مردم درآمدہ اند۔"

ترجمہ: سید صاحب کس قدر عالی مرتبہ اور با مقصد بزرگ ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ ہندستان میں ایسے اشخاص تشریف لا چکے ہیں۔

اس واقعہ کے تین روز بعد "قلعہ جنادہ" کی فتح کی خوش خبری آئی تو سلطان ابراہیم شاہ شرقی چند افراد کے ہمراہ سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، فتح کی خوش خبری سنائی اور عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا:

"بندہ بحضرت میر دست ارادت گرفتہ، اما جمعے بندہ زادگانند، ہمہ درارادت وبیعت

حضرت شما باشند، دو سہ شاہ زادہ را ہم دراں روز بشرف بیعت مشرف کردہ اند۔"

ترجمہ: ناچیز حضرت میر کا دستِ ارادت تھام چکا ہے (ان سے مرید ہو چکا ہے)، البتہ چند خادم زادے ہیں، وہ سب آپ کے حلقۂ ارادت و بیعت میں داخل ہوں گے، چنان چہ اسی دن دو تین شہزادوں کو سید صاحب نے شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔

اس کے بعد سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے خوب نذر پیش کی، لیکن مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی نے قبول نہیں فرمایا، پھر سلطان نے جون پور میں مستقل قیام کرنے پر اصرار کیا تو مخدوم صاحب نے فرمایا:

" از دیارِ سلطنت بیروں نخواہیم رفت۔" یعنی ہم سلطنت کے دیار سے باہر نہیں جائیں گے۔

سلطان ابراہیم شاہ شرقی، مخدوم صاحب کی ان باتوں سے بہت پر امید اور خوش ہوا اور مخدوم صاحب نے بھی دو مہینے سے زیادہ جون پور میں قیام فرمایا اور وہاں کے اکابر و اصاغر آپ سے مستفید و مستفیض ہوئے اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔" (۱)

مخدوم صاحب سے قاضی صاحب کی عقیدت ومحبت:

اس مدت میں ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی عقیدت ومحبت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اگر روزانہ قاضی صاحب، مخدوم صاحب کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہو پاتے تو ہر دوسرے تیسرے دن ضرور ان کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔

اس درمیان قاضی صاحب نے اپنی تصانیف کا ایک ایک نسخہ مخدوم صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے ان تمام تصنیفات کو قبول کر کے ان کی تحسین فرمائی اور اپنے بہتر تاثرات کا اظہار فرمایا۔ " الإرشاد " جو فن نحو میں قاضی صاحب کی ایک عمدہ تصنیف ہے، اسے بہت پسند کیا اور فرمایا:

"ایں کہ می گویند کہ سحر از ہندوستان راست آمدہ، غالباً ایں راست سحر بودہ۔" (۲)

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج: ۲، ص: ۱۰۵، ۱۰۶ مطبوعہ: مکتبہ سمنانی ۱۴ / ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔
۲۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج: ۲، ص: ۱۰۶، ملخصاً مطبوعہ: مکتبہ سمنانی ۱۴ / ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

ترجمہ: یہ بات جو لوگ کہتے ہیں کہ جادو ہندستان سے نکلا ہے، وہ جادو غالباً یہی کتاب ہے۔

اس سفر میں معاملہ یہیں تک رہا، لیکن جب مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ دوبارہ جون پور تشریف لے گئے تو قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور ہدایہ کا ایک خاص نسخہ بھی عنایت فرمایا۔ چنان چہ شیخ نظام الدین غریب یمنی فرماتے ہیں:

"ودر آمدن بدیگر بار ببلدۂ جون پور حضرت قاضی شہاب الدین رالباس خرقہ وکتاب ہدایہ کہ یادگارِ ولایت بود دادند۔"(۱)

ترجمہ: (مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی) جب دوسری بار شہر جون پور تشریف لائے تو حضرت قاضی شہاب الدین کو خرقہ اور کتاب ہدایہ جو ولایت کی یادگار تھی، عطا فرمائی۔

مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے ارادت وخلافت:

سچ ہے کہ اگر علم وفضل کے ساتھ ادب ونیاز مندی بھی ہو تو اس کی برکتیں بہت بڑھ جاتی ہیں، چنان چہ مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ جب دوسری بار جون پور تشریف لائے تو قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے علم وفضل اور ان کے حسنِ ادب کا ایک بڑا عجیب وغریب واقعہ پیش آیا، جس سے متاثر ہو کر مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی نے انھیں "ملک العلماء" کا خطاب عطا فرمایا اور اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

اس کی تفصیل شیخ نظام الدین غریب یمنی نے اس طرح بیان کی ہے:

"امامِ روزگار وہمامِ دیار قاضی شہاب الدین دولت آبادی کہ مقتدائے علمائے فحول وپیشوائے بلغائے فروع واصول است از خلفائے ولایت پناہ وہدایت دست گاہ حضرت ایشاں اند، دراں حین کہ از زبان مبارک در بلدۂ جون پور حرسھا اللہ عن الکسور بحالتے شگرف وکیفیتے اشرف "النَّاسُ كُلُّهُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِي" برآمد، وجماعت از علما بتعصب بہم بر آمدہ بودند، از حضرت قاضی خدمتے شائستہ وملازمتے بائستہ شد، الباس خرقہ کردند وبخطاب

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج: ۲، ص: ۱۰۶، مطبوعہ: مکتبہ سمنانی ۱۴/ ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

"ملک العلماء" مخاطب کردند۔

وے مہینِ خلفاے ولایت مآب، و بہترین ندماے اصحاب اند، جامع بودہ میان علوم ظاہری و باطنی، صاحبِ معاملاتِ یقینی و جامعِ وارداتِ دینی شدہ بود، تشرع بسیار داشت، ریاضاتِ شدیدہ و مشاہداتِ جدیدہ کشید کہ اشرف خلافت و اجازت یافتہ۔"(۱)

ترجمہ: اپنے دَور کے امام اور علاقے کے میرِ کارواں قاضی شہاب الدین دولت آبادی جواجلۂ علماے کرام کے مقتدیٰ اور اصول وفروع کے ماہرین کے پیشوا ہیں، وہ پناہ ولایت اور سرمایۂ ہدایت حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی کے خلفا میں سے ہیں۔

جس زمانہ میں حضرت قدوۃ الکبریٰ کی زبان سے جون پور میں (اللہ جل شانہ اسے بربادی سے محفوظ رکھے) بحالت سکر یہ کلمہ نکل گیا تھا "اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِیْ" اور علما کی ایک جماعت بوجہ تعصب وعناد ان کے خلاف تیار ہو گئی تھی، اس وقت قاضی صاحب کی طرف سے نہایت شائستہ انداز میں خدمات ظاہر ہوئیں، حضرت قدوۃ الکبریٰ نے انھیں خرقۂ خلافت پہنایا اور "ملک العلماء" کے خطاب سے مخاطب فرمایا۔

وہ (قاضی شہاب الدین) ولایت مآب (سید اشرف جہاں گیر سمنانی) کے جلیل القدر خلیفہ اور بہترین ہم نشیں اصحاب میں سے ہیں، وہ علوم ظاہری و باطنی کے جامع، معاملاتِ یقینی کے حامل، وارداتِ دینی سے بہرہ ور اور شریعت کے مسائل سے خوب آگاہ اور ان پر عامل ہیں، انھوں نے ریاضاتِ شدیدہ اور مشاہداتِ جدیدہ میں اس قدر جدّ و جہد کی کہ بہتر اجازت وخلافت سے شاد کام ہوئے۔

ان تصریحات سے خوب واضح ہوجاتا ہے کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی مشائخ کی بارگاہ میں کس قدر ادب واحترام سے پیش آیا کرتے تھے اور مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے ان کے علمی وروحانی تعلقات کس درجہ مستحکم تھے۔

ان کے ادب واحترام اور مشائخ کرام کی تعظیم وتکریم کو بخوبی سمجھنے کے لیے اس واقعہ کی تفصیل "لطائف اشرفی" کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۱، ص:۴۱۰، مکتبہ سمنانی ۱۴/۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

"الناس کلھم عبد لعبدی" کا واقعہ:

اس واقعہ کی قدرے تفصیل قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ایک خواجہ تاش شیخ نظام الدین غریب یمنی نے "لطائف اشرفی" میں اس طرح بیان کی ہے کہ دوسرے سفر میں حضرت قدوۃ الکبریٰ (سید اشرف جہاں گیر سمنانی) جون پور تشریف لائے اور وہاں کی جامع مسجد میں قیام فرمایا، اس وقت خدام و مخلصین میں شیخ کبیر، قاضی رفیع الدین اودھی، شیخ ابوالمکارم اور خواجہ ابوالوفا خوارزمی ساتھ تھے۔

ان ہی ایام اقامت میں ایک دن حضرت قدوۃ الکبریٰ پر ایسے عجیب و غریب وجد وجذب کی کیفیت طاری تھی کہ حاضرین میں سے کسی کو لب کشائی کی مجال نہ تھی، اسی عالمِ وجد وجذب میں یہ شعر ان کی زبان پر جاری ہوا:

دلش چوں بحر عمان جوش کردہ ● دو گوہر ریختہ خاموش کردہ

ترجمہ: اس کے دل نے بحر عمان کی طرح جوش مارا، پھر دو موتی گرا کر خاموش کر دیا،

پھر فرمایا: اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِیْ۔

ترجمہ: تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں۔

حاضرین جو حضرت قدوۃ الکبریٰ کے حال وقال سے واقف تھے، انھوں نے یہ جملہ بغور سنا، لیکن اس کے افشا کو اس خیال سے پسند نہیں کیا کہ بہت سے علمائے ظاہر جو اسرارِ باطنی سے واقف نہیں ہیں، اگر وہ یہ جملہ سن لیں گے تو ناپسندیدگی اور انکار کی روش اختیار کریں گے۔

کچھ دنوں کے بعد حاجی صدر الدین نامی ایک عالم نے اربابِ علم و فضل کی مجلس میں دوران گفتگو حضرت قدوۃ الکبریٰ کا یہ جملہ نقل کر دیا۔

اسے سن کر بعض حضرات نے اعتراض کیا اور اس کی تحقیق کے پیچھے پڑ گئے۔ شدہ شدہ یہ بات میر صدر جہاں اور قاضی شہاب الدین تک پہنچی۔

قاضی شہاب الدین صاحب نے کہا:

"درویشانند، معلوم نیست کہ درکدام وادیہ وحالت ایں سخن گفتہ اند، وبچہ وجہ

از ایشاں ایں کلمہ سر برزدہ باشد، صواب آنست کہ در معرض اعتراض نہ درآیم واز محل اعراض برآیم وسخنے کہ از قبیل شطحیات بود عوزِ او کردن مستحسن نیست، خصوصا ایں سید یست بغایتِ عالی حال ونہایت کمال تصرفِ تمام دارد وکسے را امروز نمی بینم کہ زورِ مقاومت در بازوے او باشد۔

ندارد ہیچ کس آں زورِ بازو ● کہ باگردی بود او ہم ترازو"

ترجمہ: یہ درویش ہیں، معلوم نہیں انھوں نے کس معاملہ میں اور کس حالت میں یہ بات کہی ہے اور کس وجہ سے یہ کلمہ ان کی زبان سے صادر ہوا ہے، بہتر یہ ہے کہ ہم اس کی تحقیق وتفتیش میں نہ پڑیں اور یوں بھی وجد وکیف کی باتوں پر غور وفکر کرنا مناسب نہیں ہے، خصوصا یہ سید صاحب بہت بلند حال اور بڑے باکمال ہیں، ان کی زبان میں بڑا اثر ہے، مجھے تو اس وقت کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کے بازو میں ان سے مقابلہ کی طاقت ہو۔

کوئی شخص اپنے بازو میں ایسی طاقت نہیں رکھتا جو بہادری میں ان کا ہم پلہ بھی ہوسکے۔

یہ سن کر ایک شخص نے کہا: "در ایں چنیں شہرے کہ پر از علماے متبحر وفضلاے مفتخر ودرویشاں بود عجب می نماید کہ کسے ایں نوع سخن تکبر آمیز وتجبر انگیز گوید ودیگرے در رہ جواب او نپوید واستفسار نجوید۔"

ترجمہ: ایسے شہر میں جو متبحر علما، قابل فخر فضلا، اربابِ علم ودانش اور درویشوں سے معمور ہو، عجیب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص تکبر آمیز اور سرکشی پیدا کرنے والی بات کہے اور پھر اس سے اس بارے میں سوال وجواب نہ کیا جائے۔

بالآخر یہ طے پایا کہ میر صدر جہاں، محمود بھیا کو حضرت قدوۃ الکبریٰ کی خدمت میں بھیج کر اس جملہ کا مطلب معلوم کریں [یہ محمود بھیا ایک سخت کلام اور درشت خو طالب علم تھا]

قاضی شہاب الدین صاحب نے کہا:

"محمود بھیا آدابِ مجلسِ مشائخ نمی داند، مبادا سخن گوید کہ موجبِ گرانی خاطرِ سید شود، فردا من در ملازمتِ حضرتِ سید خواہم رفت وتحقیق آں معنیٰ درصورتِ شرحِ آں کلمہ ہم چناں کہ از مشائخ استفسار می کنند خواہم کرد بنوعے کہ در خاطر شریف حضرت سید بار نشود۔

برگِ گل ہر چند دارد نازکی ● خاطر یارم ازاں نازک تر است"

ترجمہ: محمود بھیامشائخ کی مجلس کے آداب سے واقف نہیں ہے، مبادا وہ کوئی ایسی بات کہ دے جو سید صاحب کے خلافِ طبع ہو؛ اس لیے کل میں خود حضرت سید صاحب کی خدمت میں جاؤں گا اور مناسب انداز میں جیسا کہ مشائخ سے دریافت کرنے کا طریقہ ہے، اس کلمہ کی حقیقت اور وضاحت طلب کروں گا تا کہ حضرت سید کی طبیعت پر بار نہ ہو۔

پھول کی پتی اگر چہ بہت نازک ہوتی ہے، لیکن میرے یار کا دل اس سے بھی زیادہ نازک ہے۔

دوسرے دن قاضی شہاب الدین دولت آبادی، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی خدمت میں پہنچے، اس وقت سید صاحب اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر اپنے حلقۂ احباب و مریدین میں تشریف فرما تھے، قاضی صاحب کی آمد کی خبر سن کر حسبِ عادت استقبال کیا اور تکریم و تعظیم کے ساتھ بٹھایا، رسمی بات چیت کے بعد بعض فقہی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی، اس سے قاضی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو سید صاحب سے انس پیدا ہو گیا اور اُن کے مخالف جذبات سرد پڑ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت قدوۃ الکبریٰ فقہی مسائل سے فارغ ہوئے اور قاضی صاحب کی خاطر مدارات میں لگ گئے۔ قاضی صاحب رخصت ہونا چاہتے تھے، حضرت نے نورِ باطن سے ان کی آمد کا سبب جان لیا اور فرمایا:

"موجبِ نزولِ اقدام شریف در کلبۂ کثیف فقرا شاید استفسار سخنے بودہ باشد۔"

ترجمہ: فقیر کی معمولی کٹیا میں قاضی صاحب کی تشریف آوری کا مقصد شاید کسی خاص کلام سے متعلق دریافت کرنا ہو۔

یہ سن کر قاضی صاحب نے بڑی حیرانی اور پشیمانی کے ساتھ عرض کیا:

"دی روز بعضے از علمائے روزگار و فضلائے دیار پیشِ حضرت میر و ایں فقیر نقل کردند کہ ایں چنیں سخن از حضرت سید سر برزدہ است، از روے ظاہر ابہام دارد، اکنوں حضرت سید چہ می فرمایند۔"

ترجمہ: کل یہاں کے بعض علما و فضلا نے میر صدر جہاں اور اِس ناچیز کے سامنے

بیان کیا کہ ایسی بات (النَّاسُ کُلُّھُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِیْ) حضرت سید کی زبان سے جاری ہوئی ہے جو ظاہری اعتبار سے مبہم ہے، اس بارے میں حضرت اب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبریٰ نے برجستہ فرمایا:

"مفہوم وے در غایت آسان است کہ کلمہ النَّاسُ کُلُّھُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِیْ بالف ولام مصدّر شدہ، والف ولام برائے عہد نیز آمدہ است؛ زیرا کہ اکثر مردمِ روزگار بندۂ ہوا وہوس اند، وحق تعالیٰ ہوائے نفسانی مارا بندہ ومحکومِ من ساختہ است، چوں اہلِ عالم محکوم ہوائے نفسانی شدند گویا بندگانِ بندۂ من اند، محکومِ محکومِ من آمدند باعتبارِ کثرتِ احکامِ نفسانی۔"

ترجمہ: اس کا مفہوم نہایت آسان ہے؛ کیوں کہ کلمہ "النَّاسُ کُلُّھُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِیْ" الف ولام سے شروع ہوا ہے، اور الف ولام عہد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، میں نے اسی سے اپنا کلمہ شروع کیا؛ اس لیے کہ اس زمانہ کے عام لوگ اپنی ہوا وہوس کے محکوم وغلام ہیں اور حق تعالیٰ نے میری ہوائے نفس کو میرا محکوم اور غلام بنا دیا ہے؛ جب اہلِ دنیا ہوائے نفس کے محکوم ہو گئے تو گویا میرے غلام کے غلام ہیں اور عام نفسانی خواہشوں کے اعتبار سے میرے محکوم کے محکوم ہو گئے ہیں۔

پھر تقریبِ فہم کے لیے اس کی ایک مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک بادشاہ نے ایک درویش کو لکھا کہ ہم سے کچھ مانگو۔ اس دَرویش نے جواب میں یہ رباعی لکھ کر بھیج دی:

از حرص وہوا دو بندہ دارم ● در ملک خدائے پادشاہم
تو بندۂ بندگان مائی ● از بندۂ بندگاں چہ خواہم

ترجمہ: خواہش اور لالچ میرے دو غلام ہیں اور میں خدائے وحدہ لاشریک کے ملک میں بادشاہ ہوں، تو میرے غلاموں کا غلام ہے، تو میں غلاموں کے غلام سے کیا مانگوں؟

اس توضیح وتشریح سے قاضی صاحب اور ان کے تمام رفقا مطمئن ہو گئے اور خوشی خوشی واپس تشریف لے گئے۔"(۱)

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج: ۱، ص: ۲۰۷، ۲۰۸، ملخصا، مکتبہ سمنانی ۱۴ / ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

ملک العلماء کا خطاب:

اس واقعہ کے بعد مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو خرقہ پہنایا، اجازت وخلافت سے سرفراز کیا اور" ملک العلماء" کا خطاب بھی عطا فرمایا، جیسا کہ لطائفِ اشرفی کے حوالے سے بیان ہوا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کو ''ملک العلماء'' کا خطاب مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ نے عطا فرمایا ہے ،لیکن ''سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان'' اور ''تذکرۂ علمائے ہند'' میں ہے کہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی ، والی جون پور نے قاضی صاحب کو" ملک العلماء" کا خطاب دیا۔"(۱)

ان دونوں روایتوں میں اس طور پر تطبیق ممکن ہے کہ مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی نے قاضی صاحب کو یہ خطاب عطا کیا ہو اور سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے اسے سرکاری حیثیت دے دی ہو؛ اس لیے اس کا ذکر دونوں کے ساتھ ملتا ہے۔

مخدوم صاحب اور قاضی صاحب کے باہمی مراسم وروابط:

جس طرح قاضی شہاب الدین دولت آبادی، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے بے پناہ عقیدت و الفت رکھتے تھے، اسی طرح سید صاحب بھی قاضی صاحب سے غایت درجہ محبت فرماتے تھے اور ان دونوں بزرگوں کے درمیان خط وکتابت کے ذریعہ بھی رابطہ رہتا تھا۔ چنان چہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب "اخبارالاخیار" میں مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کا جو مکتوب بست ودوم درج کیا ہے، اس کے اقتباسات سے خاصی

۱۔"سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان" کی عبارت یہ ہے :"وذهب القاضي إلى دار الحبور "جون فور" فاغتنم السلطان إبراهيم الشرقي والي "جون فور" وروده، وعظمه بين الكبراء، ولقبه بملك العلماء"۔[ص: ۹۵، ۹۶، معهد الدراسات الاسلامية، جامعة على كره الإسلامية ، على كره ، الهند] ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی اربابِ فضل وکمال کے شہر"جون پور" تشریف لے گئے تو سلطان ابراہیم شرقی والی"جون پور" نے ان کی آمد کو غنیمت سمجھا، ارکان حکومت کے درمیان انھیں عزت دی اور" ملک العلماء" کا خطاب عطا کیا۔

"تذکرۂ علمائے ہند" کی عبارت یہ ہے:"سلطان ابراہیم شرقی قدوم قاضی مغتنم شمردہ باعزاز وتعظیم تمام پیش آمدش واو را بہ "ملک العلماء" ملقب کرد"۔[تذکرۂ علمائے ہند، ص: ۸۸، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ] ترجمہ: سلطان ابراہیم شرقی نے قاضی صاحب کی تشریف آوری کو غنیمت جانا اور ان کی خوب تعظیم وتکریم کی اور ان کو" ملک العلماء" کا لقب دیا۔

معلومات فراہم ہوتی ہیں اور اس کے الفاظ وکلمات قاضی صاحب سے سید صاحب کی الفت ومحبت کا برملا اعلان کرتے ہیں جس سے قاضی صاحب اور سید صاحب کے باہمی مراسم وروابط کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ہم حسبِ ضرورت اسے یہاں نقل کرتے ہیں۔

اس مکتوب کی ابتدا درج ذیل القاب اور دعائیہ کلمات سے ہوتی ہے:

"برادر اعز، ارشد، جامع العلوم قاضی شہاب الدین (نور اللہ تعالیٰ قلبہ بأنوار الیقین) دعاے درویشانہ وثناے برکیشانہ از درویش اشرف قبول فرمایند۔

نامہ کہ مندرج بہ بعضے از سخنان بود رسید واستفسار کہ از مبحث فصوص الحکم بہ نسبتِ فرعون تقاضا کردہ اند بوصول انجامید۔"

ترجمہ: عزیز ترین بھائی، نہایت صالح، تمام علوم کے جامع قاضی شہاب الدین (اللہ تعالیٰ یقین کے انوار سے آپ کے دل کو منور کرے) درویش جیسی دعا اور عقیدت مند جیسی ستائش درویش اشرف کی طرف سے قبول فرمائیں۔

آپ کا خط جس میں چند باتیں درج ہیں، پہنچا، آپ نے فصوص الحکم کے مبحث سے فرعون کی نسبت جس استفسار کے جواب کا تقاضا کیا ہے، وصول ہوا۔

اس کے بعد قریب ایک صفحہ میں "فصوص الحکم" کی عبارت کی وضاحت ہے، پھر اپنی اور قاضی صاحب کی شخصیت کے متعلق اس طرح لکھا ہے:

"ہر چند آں برادر قدوۂ علماے روزگار وزبدۂ فضلاے ہر دیار است، اما بعنایت الٰہی وحمایت نامتناہی واز التفات ایں طائفہ علیہ وتوجہات ایں زمرۂ سنیہ شربے از مشرب صوفیہ وطربے از منصب باطنیہ دارد، وایں را از اعلیٰ ترین دولت واحریٰ ترین رفعت تصور کند کہ بے عنایت ازلیہ ورعایت لم یزلیہ کسے بدیں شرف مشرف نمی گردد وذٰلك فضل الله یوتیه من یشاء۔"

ترجمہ: ہر چند کہ برادرِ عزیز دورِ حاضر کے علما کے پیشوا اور ملک کے اربابِ فضل وکمال کے امام ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عنایت اور لامتناہی حمایت اور اس بلند مقام گروہ کی توجہ اور اس بلند رتبہ جماعت کے نظر کرم سے بندہ صوفیہ کے چشمۂ صافی سے فیض یاب اور منصب باطنی سے بہرہ مند ہے اور اس نعمت کو سب سے بڑی دولت اور

سب سے عمدہ اقبال مندی تصور کرتا ہے؛ کیوں کہ کوئی بھی خدائے وحدہ لاشریک کی عنایت ورعایت کے بغیر اس شرف سے مشرف نہیں ہوسکتا، اور یہ اللہ جل شانہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

پھر منصبِ صوفیہ سے متعلق چند سطریں تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"جناب نتیجۃ المشائخ شیخ رضی کہ مصحوبِ نامہ تشریف بردہ اند، غالباً برخے از مایحتاج خود بسلطان ابراہیم (ضاعف اقتدارہ) عرضہ خواہند کرد، توقع از مکارم اخلاق برادرانہ آن کہ مہما أمکن بمقتضاے إدخال السرور فی قلب المومن کالبحر وسائر العبادات کالقطر وبمتمناے من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرم اللہ جسدہ علی النار سعی ورعایت دریغ نخواہند فرمود۔

گر برآید کارے از دستِ کسے ● بہ کہ درکارش زند صد دست وپاے

کار باید کرد کاں از روے دل ● کارِ او نبود، بود کارِ خداے

ازانجا کہ درویشان اطراف روزگار ودل ریشان اکناف دیار فہمیدہ اند کہ نسبت بفقیر جناب ایشاں را مہرے وصحبتے است ضرورت می گردد کہ گاہ گاہ تصدیع اوقات شریفہ دادہ می آید، معذور خواہند داشت۔ والسلام۔"

ترجمہ: جناب نتیجۃ المشائخ شیخ رضی جو اس مکتوب کے ساتھ تشریف لے گئے ہیں، غالباً اپنی کسی ضرورت کے سلسلے میں سلطان ابراہیم (اللہ ان کے اقتدار کو دوچند فرمائے) کچھ عرض کریں گے، آپ کے برادرانہ مکارم اخلاق سے امید ہے کہ اس خیال سے کہ "مومن کا دل خوش کرنا اتنی بڑی عبادت ہے جیسے سمندر، جب کہ باقی تمام عبادتیں اس کی بنسبت قطرہ کی مانند ہیں" اور اس آرزو میں کہ "جس کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے اللہ نے اس کے جسم کو آگ پر حرام کردیا" جہاں تک ممکن ہوگا ان کے معاملہ میں سعی بلیغ سے دریغ نہیں فرمائیں گے۔

اگر کسی ایک شخص کے ہاتھ سے کوئی کام بن جائے تو اس میں سیکڑوں لوگوں کے لگنے سے بہتر ہے، دوسروں کا کام شوق سے انجام دینا چاہیے؛ کیوں کہ درحقیقت وہ بندہ کا کام نہیں ہوتا ہے، بلکہ اللہ کا کام ہوتا ہے۔

چوں کہ اس دیار کے درویش اور دور ونزدیک کے پریشان حال اصحاب سمجھ چکے ہیں کہ اس فقیر اور جناب عالی کے درمیان خصوصی نسبت وتعلق ہے؛ اس لیے ضرورت پڑتی ہے کہ کبھی کبھی آپ کے اوقات شریفہ کا نقصان کیا جائے، امید ہے کہ اس بارے میں معذور قرار دیں گے۔ والسلام۔"(۱)

مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ کے اس مکتوب کی روشنی میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے بے پایاں فضل وکمال کو دیکھا جاسکتا ہے اور ان کے بلند وبالا مقام ومرتبہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

قاضی شہاب الدین کے معاصر علما ومشائخ:

سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے دورِ حکومت میں جون پور یگانۂ روزگار علما وفضلا اور مشائخ شریعت وطریقت سے معمور تھا، مختلف علوم وفنون کے اساتذہ اور مشیخت وطریقت کے عباقرہ وہاں جلوہ بار تھے، ان سب کے درمیان ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی شخصیت بڑی نمایاں اور ممتاز تھی، وہ قاضی القضاۃ کے عظیم الشان منصب پر فائز ہونے کے باوجود بڑے متواضع اور خلیق تھے، ہمیشہ اپنے سے بڑوں کا ادب واحترام کرتے اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آتے، مگر شریعت کے امور ومعاملات میں بہت سخت تھے جس کی وجہ سے بسا اوقات بعض علما ومشائخ سے علمی بحث ومباحثہ اور منصبی نوک جھوک بھی ہوجاتی تھی۔ چنان چہ قاضی اطہر مبارک پوری نے ملک العلماء کے ان اوصاف وکمالات کا تذکرہ اس انداز سے کیا ہے:

"عام طور سے ہر طبقہ کے علما ومشائخ سے قاضی صاحب کے تعلقات نہایت خوش گوار تھے اور ان کی علمی ودینی بالا دستی کو سبھی تسلیم کرتے تھے، مگر کچھ ایسے معاصرین بھی تھے جن سے کبھی کبھی تصادم بھی ہوجاتا تھا، بعض لوگ سجدۂ تعظیمی کے نام پر شریعت کے مزاج کے خلاف عمل کرتے تھے، بعض اہل علم معاصرین سے فقہی وکلامی مسائل پر بحث ہوتی تھی، شاہ بدیع الدین مدار کا طریقہ (ان کی نظر میں) نہایت قابل اعتراض تھا، کبیر ہندی کے افکار،

۱۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۶۲، ۱۶۳، ذکر میر سید اشرف سمنانی، مطبع: مجتبائی، دہلی، ماہ رمضان ۱۳۰۹ھ۔

اسلام کے عقائد سے میل نہیں کھاتے تھے؛اس لیے قاضی صاحب کو ان کا شدید احتساب کرنا پڑتا تھا جو ان کے مقام ومنصب کے لیے ضروری تھا،وہ ملک العلماء اور قاضی القضاۃ تھے،شرقی سلطنت نے ان کو شریعت کے تحفظ کا ذمہ دار بنایا تھا،اگر وہ ان امور میں تعلقات کا لحاظ اور مداہنت کا مظاہرہ کرتے تو اپنے فرض میں کوتاہی کرتے ؛اس لیے انھوں نے اپنے فرض کی ادائیگی میں پوری مستعدی سے کام لیا۔

وہ اپنے ذہن ومزاج کے اعتبار سے بہت بلند پایہ انسان تھے،اپنے تلامذہ تک سے بوقت ضرورت استفادہ کرنے میں ان کو عار نہ تھی، شاہی دربار میں عظمت ورسوخ کے باوجود ہر شخص کے مرتبہ کا پورا لحاظ رکھتے تھے،اہل علم کی حاجت روائی ان کا محبوب مشغلہ تھا، سلطان سے ان کی سفارش کرنے میں مشہور تھے،طلبہ پر شفقت کا حال یہ تھا کہ ان کے لیے مستقل طور سے کتابیں لکھا کرتے تھے ،ان کی استعداد وصلاحیت کے ابھارنے میں ہر طرح کی مدد کیا کرتے تھے۔

شریعت میں سختی کے باوجود مشائخ کی بعض باتوں کو حتی الامکان اچھے معنوں میں محمول کرتے اور علما ومشائخ کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کرتے تھے۔

غرض قاضی صاحب نے چالیس سال تک سلطان ابراہیم کے ساتھ ساتھ دینی علوم کے درس وتصنیف اور علما ومشائخ میں اس طرح زندگی بسر کی کہ واقعی"ملک العلماء"معلوم ہوتے تھے، وہ شرقی سلطنت کے پورے دور میں اپنی جامعیت ، افادیت ، تدریسی وتصنیفی خدمات اور شان ووقار میں منفرد تھے، اور یہ اوصاف وکمالات مجموعی طور پر ان ہی کا حصہ تھے۔"(۱)

شیخ احمد عبدالحق ردولوی سے ملاقات:

شیخ احمد عبدالحق ردولوی ،شیخ جلال الدین پانی پتی کے مرید وخلیفہ ،اہل حقیقت ومعرفت اور صاحب تصرفات وکرامات بزرگ تھے ،ردولی میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ

۱۔ دیار پورب میں علم اور علما،ص:۱۸۸،۱۸۹،البلاغ پبلی کیشنز،جامعہ نگر،نئی دہلی ۲۵۔

کا مزار ہے۔"(۱)

شیخ عبد القدوس گنگوہی نے "انوار العیون فی اسرار المکنون" میں ان کی اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"نقل است کہ شیخ العالم بارے دیگر ہم بدیں قصد در شہر جون پور بر سلطان ابراہیم شرقی رفتند، آنجا با صدر العلماء، بدر الفضلاء، استاذ الشرق والغرب، عالم ربانی، نعمان ثانی، مخدوم قاضی شہاب الدین لُہریا نور اللہ مرقدہ ملاقات شدہ یک دیگر بحکایت مشغول شدند، حضرت شیخ العالم قدس اللہ روحہ از علم معرفت حق چیزے می فرمودند، مخدوم قاضی شہاب الدین لُہریا عرض کردند کہ ای شیخ العالم قدس اللہ روحہ ما ارباب ظاہر واز علم شما کہ علم اللہ ست قاصر۔

حضرت شیخ العالم فرمودند: آرے! تو بے چارہ لُہریا باشی، ترا ازیں حال وازیں مقال چہ خبر۔ الغرض مخدوم قاضی شہاب الدین را اعتقاد تمام حاصل شد و اتفاق افتاد کہ حضرت شیخ العالم را با سلطان ابراہیم ملاقات دہانیدند۔"(۲)

ترجمہ: منقول ہے کہ شیخ العالم (احمد عبد الحق ردولوی) دوبارہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی سے ملاقات کے لیے جون پور تشریف لے گئے، وہاں صدر العلماء، بدر الفضلاء، استاذ شرق وغرب، عالم ربانی، نعمان ثانی، مخدوم قاضی شہاب الدین لُہریا نوّر اللہ مرقدہ سے ملاقات ہوئی، دونوں حضرات دینی وعلمی گفتگو میں مصروف ہو گئے، درمیان گفتگو شیخ العالم قدس اللہ روحہ نے معرفت وطریقت کی کوئی بات ارشاد فرمائی جسے سن کر قاضی شہاب الدین لُہریا نے عرض کیا: اے شیخ العالم! ہم اہل ظاہر آپ کے علم تک جو کہ علم الٰہی ہے پہنچنے سے قاصر ہیں۔

حضرت شیخ العالم نے فرمایا: ارے تو بے چارہ لہریا ہے، تجھ کو اس حال ومقال کی کیا خبر۔ الغرض مخدوم قاضی شہاب الدین کو پورا یقین ہو گیا اور انھوں نے طے کر لیا کہ سلطان ابراہیم سے حضرت شیخ العالم کی ملاقات کرا دیں۔

۱۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی تاریخ وفات ۱۵/ جمادیٰ الاخریٰ ۸۳۶ھ درج ہے۔ [خزینۃ الاصفیاء، ص: ۳۸۷، مطبع: منشی نول کشور، کان پور]

۲۔ انوار العیون فی اسرار المکنون، ص: ۳۳، ۳۴، نقل: ۱۸، مطبع: گلزار محمدی، لکھنؤ۔

قاضی نصیرالدین گنبدی سے ایک التماس:

قاضی نصیرالدین گنبدی بڑے دانش مند بزرگ تھے، دنیا اور اہل دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے۔اہل علم کہتے ہیں کہ آپ کے تلامذہ آپ کی خانقاہ کی زنجیر پکڑ کر کھڑے رہا کرتے تھے تا کہ فاقہ کشی اور ضعف کی وجہ سے زمین پر گر نہ جائیں۔"(۱)

قاضی نصیرالدین گنبدی، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاذ بھائی ہیں ؛ کیوں کہ دونوں نے دہلی میں قاضی عبدالمقتدر بن قاضی رکن الدین شریحی کندی سے اکتساب علم کیا تھا۔

فراغت کے بعد قاضی نصیرالدین گنبدی نے دہلی ہی میں اپنی درس گاہ قائم کی تھی ،مگر فتنۂ تیموری میں جون پور آگئے اور سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی جانب سے وہاں کے قاضی مقرر ہوئے ،آخر میں نمائش دنیا سے نفرت ہوگئی اور اپنی خانقاہ میں بیٹھ گئے تو پھر اس سے باہر نہیں آئے ،اس وجہ سے آپ کو" گنبدی" بھی کہا جاتا ہے۔تصفیہ قلب ، اشغال باطنی اور علوم دینیہ کی تدریس کے علاوہ کوئی کام نہ تھا۔

۳/صفر ۸۲۷ھ/ ۱۴۲۳ء میں آپ کا وصال ہوا،اور جون پور میں محلہ چاچک پور ریلوے کراسنگ کے پورب مدفون ہوئے۔"(۲)

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے جب علامہ ابن حاجب کی" کافیہ " کی شرح لکھی تو اسے قاضی نصیرالدین گنبدی کی خدمت میں بھیجا اور خواہش ظاہر کی اسے اپنے یہاں درس میں داخل کرلیں تا کہ دوسرے علما میں بھی یہ شرح مقبول ہوجائے۔

قاضی نصیرالدین گنبدی نے سرسری طور پر اسے دیکھ کر فرمایا: کتاب بڑی اچھی لکھی ہے، اسے میرے درس دینے کی حاجت نہیں ہے۔

اس واقعہ کو مولانا خیرالدین محمد جون پوری نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

" قاضی شہاب الدین شرح کافیۂ نحو نوشتہ بخدمت او فرستاد والتماس نمود کہ اگر ایشاں ایں کتاب را درس گویند قبول دیگر یابد، او بجہت غلبۂ اشتغال باطن برآں نظر اجمالی

۱۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص:۱۷۶، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

۲۔ تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیہ جون پور، ج:۱، ص:۱۱۵۴، ملخصا، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔

انداختہ گفت: خوب نوشتہ اند، احتیاج درس گفتن مانیست۔"(۱)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین نے کافیہ کی شرح لکھ کر قاضی نصیر الدین کی خدمت میں بھیجا اور ان سے التماس کی کہ اگر وہ اسے اپنے یہاں درس میں شامل کرلیں تو دوسرے علما میں بھی مقبول ہو جائے گی، انھوں نے باطنی اشغال کی مصروفیات کے باعث سرسری طور پر اسے دیکھا اور فرمایا:

کتاب بڑی اچھی لکھی ہے، اسے میرے درس دینے کی حاجت نہیں ہے۔

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی اپنے معاصر علما کی کتنی قدر کرتے اور انھیں کتنی اہمیت دیتے تھے کہ خود ملک العلماء، قاضی القضاۃ اور سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے مقرب خاص ہونے کے باوجود اپنی کتاب ایک معاصر عالم کی خدمت میں پیش کر کے اسے شامل درس کرنے کی خواہش ظاہر کی اور ان کے انکار پر کسی قسم کی ناگواری کا اظہار بھی نہیں کیا، ورنہ اگر وہ چاہتے تو اپنی کتاب پوری سلطنت شرقیہ میں داخل کرا سکتے تھے؛ کیوں کہ وہ اس دَور میں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے مقرب خاص اور اس کی سلطنت کے قاضی القضاۃ تھے۔

قاضی نظام الدین کے ساتھ حسن سلوک:

قاضی نظام الدین بن صدر الدین حسین بن احمد بن محمد غزنوی ثم جون پوری "غزنہ" میں پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد اور دیگر علما سے مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی، ان کے والد "غزنہ" میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے، وہ بھی والد کے ساتھ غزنہ ہی میں قیام پذیر رہے، لیکن جب والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو قاضی نظام الدین ہندستان منتقل ہو گئے، اس زمانہ میں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی علم پروری اور علما نوازی کا شہرہ عام تھا؛ اس لیے وہ بھی "جون پور" چلے آئے، یہاں قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے ملاقات ہوئی، قاضی صاحب نے ان کا فضل وکمال دیکھ کر انھیں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے مقربین میں شامل کرا دیا، سلطان نے ان کو "مچھلی شہر" کا قاضی مقرر کر دیا تو انھوں نے وہیں سکونت اختیار

۱۔ تذکرۃ العلماء، ص: ۱۸، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ۔

کرلی، ہندستان میں ان کی اولاد خوب پھلی پھولی۔"(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی حتی الوسع علماے کرام و مشائخ عظام کی خدمت و اعانت اور ان کی نصرت و حمایت کیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں وہ بادشاہ کی بارگاہ میں ان کے لیے سفارش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

اس کی ایک مثال مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کا وہ مکتوب بھی ہے جو انھوں نے قاضی شہاب الدین کے نام لکھا تھا جس میں شیخ رضی کے بارے میں سفارش فرمائی ہے کہ وہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی سے ان کے معاملہ میں بات کریں، اور یہ بھی لکھا ہے کہ کبھی کبھی آپ سے یہ خدمت لی جائے گی۔ اس مکتوب کا تذکرہ کچھ تفصیل کے ساتھ "مخدوم صاحب اور قاضی صاحب کے باہمی مراسم و روابط" کے تحت کیا جا چکا ہے۔

شیخ ابوالفتح سے علمی و کلامی مباحثے:

شیخ ابوالفتح جون پوری جلیل القدر عالم و فاضل، فصیح و بلیغ، جامع معقول و منقول تھے، ان کے جد اعلیٰ قاضی عبد المقتدر شریحی کندی (متوفی: ۷۹۱ھ) قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاذ ہیں۔ ان کو اپنے جد امجد ہی سے شرف ارادت و خلافت حاصل تھا۔"(۲)

شیخ صاحب اپنے دادا کی وصیت کے مطابق ہمیشہ تدریس و افادۂ علوم میں مشغول رہتے اور اکثر عربی و فارسی قصائد کہا کرتے تھے، پہلے دہلی میں قیام پذیر تھے، لیکن امیر تیمور کے واقعہ میں دیگر اکابر کے ہمراہ جون پور چلے گئے۔ سلطان ابراہیم شاہ شرقی آپ کی بڑی عزت کرتا تھا، بارہا وہ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا اور آپ کے دروازہ کی چوکھٹ چوم کر ہی آگے قدم رکھتا تھا۔"(۳)

شیخ ابوالفتح جون پوری اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے درمیان اصول کلامیہ

۱۔ نزهة الخواطر و بهجة المسامع والنواظر، ج:۳، ص:۲۸۵، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

۲۔ شیخ ابوالفتح جون پوری ۱۴/محرم ۷۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳/ربیع الاول ۸۵۸ھ، بروز جمعہ اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے، آپ کا مزار محلہ "سپاہ" میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ "بحر رحمت" آپ کا سال وفات ہے۔ [حدائق الحنفیہ، ص:۳۴۹، ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی ۶۔]

۳۔ تذکرۃ العلماء، ص:۱۸، ۱۹، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ۔/ حدائق الحنفیہ، ص:۳۴۹، ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی ۶۔

اور فروع فقہیہ میں اکثر بحث ومباحثہ ہوتا رہتا تھا، چوں کہ دونوں ایک ہی میدان کے شہ سوار تھے؛ اس لیے مختلف فیہ مسائل میں خوب داد تحقیق دیا کرتے تھے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ”زبادِ گربہ“ کا مسئلہ بھی ہے، جسے شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

”اورا با قاضی شہاب الدین در اصول کلامیہ وفروع فقہیہ بحثہا بود خصوصا در زباد کہ از گربۂ مسکیں می چکد، شیخ آں را نجس می گفت، وقاضی بطہارتِ اومی رفت، واز اں چہ وے در بعضے رسائل کہ دریں مبحث تالیف کردہ نوشتہ است۔“(۱)

ترجمہ: شیخ ابوالفتح اور قاضی شہاب الدین کے درمیان اصول کلامیہ اور فروع فقہیہ میں مباحثے ہوئے، خصوصا ”زباد“ کے سلسلے میں جو بلی کے جسم سے ٹپکتا ہے۔ شیخ ابوالفتح اسے نجس کہتے تھے اور قاضی صاحب اس کی طہارت کے قائل تھے، اور اسی وجہ سے انھوں نے ایک رسالہ میں جو اس موضوع پر لکھا ہے، اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔

مولانا فقیہ حیرتی سے ایک علمی مباحثہ:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے معاصرین میں مولانا فقیہ حیرتی منقولات ومعقولات کے زبردست عالم تھے، درس وتدریس ان کا مشغلہ تھا، بیسیوں بار اصول بزدوی کا درس دے چکے تھے، ایک بار قاضی صاحب اور مولانا فقیہ حیرتی کے درمیان ایک علمی مسئلہ میں مباحثہ ہوا، جس میں قاضی صاحب کو کامیابی ہوئی، اس موقع پر بھی قاضی صاحب نے اپنی علمی فروتنی اور اپنے تلامذہ کے فضل کے اعتراف کا مظاہرہ فرمایا۔

اخبار الاصفیاء کی روایت کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ سلطان نے طے کیا کہ کل قاضی شہاب الدین اور مولانا فقیہ حیرتی سر دربار مباحثہ ومناظرہ کریں اور اس مناظرہ میں جو عالم غالب ہوگا وہی دربار کا صدر نشیں ہوگا۔

اتفاق سے مولانا فقیہ حیرتی کے کئی تلامذہ اس وقت جون پور میں موجود تھے، جو ان کو علمی مدد پہنچا سکتے تھے اور قاضی صاحب علم تازہ اور حوصلہ بلند رکھنے کے باوجود تنہا تھے؛ اس

۱۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۰۷، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

لیے کچھ متفکر تھے، خیال آیا کہ اپنے پرانے شاگرد شیخ محمد عیسیٰ کے پاس چلنا چاہیے جو علم وروحانیت کے جامع ہیں اور ترک وتجرید کی زندگی اختیار کر چکے ہیں چنان چہ ان کے پاس جا کر فرمایا:

"شاگرداگر درچنیں روزگار بکار نیاید، بچہ کار آید، وچوں تو آتش در اوراق زدہ کنج خمول گزیدۂ بارے توجہ باطن خود دریغ ندادی۔"

ترجمہ: شاگرد اگر ایسے حالات میں ہمارے کام نہیں آئے گا تو کس کام کا، اور جب تم نے کتابوں کو آگ لگا کر تنہائی اختیار کر لی ہے تو اپنی باطنی توجہ سے دریغ نہ کرو (اور میری مدد کرو)۔

شیخ محمد عیسیٰ نے عرض کیا:

"امشب دست در صندوق کن وہر کتابے کہ بدست آید مطالعہ فرما، ہمچناں در کتاب کافی ست، ونصر از تست۔"

ترجمہ: آج رات کتابوں کے صندوق میں ہاتھ ڈالیے اور جو کتاب ہاتھ لگے مطالعہ فرمایئے، آپ کے لیے کتاب کا اتنا ہی مطالعہ کافی ہے اور آپ کو کامیابی ملے گی۔ استاذ نے شاگرد کے کہنے پر عمل کیا تو ان ہی کی کتاب "الارشاد" ہاتھ میں آئی، اس لیے ابتدا میں تامل ہوا، پھر شیخ محمد عیسیٰ کی ہدایت کے مطابق اس کا مطالعہ شروع کیا، اتفاق سے ایک مشکل مقام آ گیا جو دو گھنٹے میں حل ہوا، پھر اصول بزدوی کا مطالعہ کیا، قاضی صاحب کا خیال تھا کہ مولانا فقیہ حیرتی اس کتاب کو تقریباً بیس بار پڑھا چکے ہیں، ہوسکتا ہے کہ اسی کتاب کا کوئی مسئلہ زیر بحث آ جائے، دوران مطالعہ اس میں بھی ایک مشکل مقام آیا جو صبح ہوتے ہوتے حل ہوا، دوسرے دن دربار میں علما وفضلا جمع ہوئے اور سلطان ابراہیم کے سامنے دونوں میں مناظرہ ومباحثہ ہوا جس میں قاضی صاحب منصور وظفریاب ہوئے۔

یہ واقعہ بھی قاضی صاحب کے عالمانہ اخلاق کا آئینہ دار ہے، اگر چہ آپ جملہ علوم وفنون کے فاضل اور مصنف تھے، مگر جب آزمائش کا وقت آیا تو اپنے علم پر مغرور نہیں ہوئے، بلکہ اپنے شاگرد سے علمی تعاون کے طالب ہوئے، قاضی صاحب نے اسی شاگرد

عزیز کے لیے "شرح اصول بزدوی" لکھی تھی۔"(۱)

سید اجمل صاحب سے مباحثہ اور ان کا احترام:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے معاصرین میں سید اجمل بن امجد بن علی حسینی جون پوری بھی ہیں جو سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے مقرب، شہر جون پور کے قاضی اور بلند پایہ بزرگ تھے۔ شیخ جلال الدین حسین بن احمد بخاری سے طریقت و معرفت کی تحصیل کی، شیخ نے ان کے حق میں دعا فرمائی: پیر شوی، میر شوی، وزیر شوی۔

اللہ جل شانہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انھیں دولت و ثروت اور جون پور میں عہدۂ قضا عطا فرمایا۔ ۲۵/ رمضان المبارک ۸۶۴ھ میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔"(۲)

ایک مرتبہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی علمی مجلسوں میں نشست گاہ کی تقدیم و تاخیر کے سلسلے میں ان کے اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ قاضی صاحب کے سامنے علم کے وقار کا مسئلہ پیدا ہو گیا، انھوں نے سید اجمل صاحب سے فرمایا: میرا عالم ہونا معلوم و متیقن ہے اور تمھارا علوی ہونا مشکوک و مشتبہ ہے؛ لہٰذا تم پر میری فضیلت اور برتری ثابت ہے، پھر اس تعلق سے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "رسالہ افضلیت عالم بر سید" ہوا۔

اس میں انھوں نے یہ ثابت کیا کہ مشکوک و مشتبہ نسبت علویت کے مقابلہ میں معلوم و متیقن علمیت افضل و راجح ہے، مگر جب ان کے استاذ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خفا ہو گئے۔ قاضی صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اس خیال سے رجوع کرتے ہوئے اس رسالہ کو دریا برد کر دیا اور سادات کی فضیلت سے متعلق ایک کتاب "مناقب السادات" نام کی تصنیف فرمائی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"استاد قاضی شہاب الدین را ایں معنیٰ از وے ناخوش آمد، مزاج عالیش از وے

۱۔ دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۱۹۴، ۱۹۵، بتغیر یسیر، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

۲۔ نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۳، ص:۲۳۶، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

منحرف گشت، قاضی ازیں معنیٰ برگشت ودر مناقب سادات وافضلیت ایشاں رسالہ نوشت وآں چہ گذشتہ بود اعتذار نمود۔

وبعضے گویند کہ حضرت سرور کائنات را علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات بخواب دید کہ اورا ازیں معنیٰ تنبیہ می فرماید وبر استرضاے سید اجمل مذکور تحریض می نماید، قاضی پیش سید رفت وتوبہ کرد، ورسالہ نوشت، واللہ اعلم۔"(۱)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین کے استاذ کو یہ بات اچھی نہیں لگی اور وہ ان سے ناراض ہو گئے؛ اس لیے قاضی صاحب نے اس سے رجوع کرلیا اور سادات کے مناقب اور ان کی فضیلت کے سلسلے میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا، اور پہلے جو کچھ ہو چکا تھا اس سے معذرت کرلی۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاضی صاحب نے خواب دیکھا کہ سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات انھیں اس پر تنبیہ فرما رہے ہیں اور سید اجمل کو راضی کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں، قاضی صاحب سید اجمل صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے معافی مانگی اور سادات کرام کی فضیلت میں "مناقب السادات" نامی ایک رسالہ لکھا۔

اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ قاضی شہاب الدین صاحب اپنے اساتذہ اور مشائخ کا کتنا ادب واحترام کرتے تھے کہ ان کی رضا کے لیے ایک علمی اور تحقیقی مسئلہ میں اپنی رائے وتحقیق سے رجوع کرلیا اور عالمانہ اخلاق وتواضع کا ثبوت دیتے ہوئے سید اجمل صاحب سے معذرت بھی کرلی، اگرچہ وہ علوم وفنون میں قاضی صاحب سے کم درجہ رکھتے تھے۔

خلاف شرع امور پر باز پرس:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی علما ومشائخ کا بہت ادب واحترام کرتے تھے، مگر اس کے باوجود شریعت کے معاملہ میں کسی سے ایسی مفاہمت نہیں کرتے جو مذہبی عقائد واعمال کے خلاف ہو، بلکہ اپنے فرض منصبی کا خیال کرتے ہوئے ہر خلاف شرع امر کی شدت سے مذمت کرتے اور کسی لومۃ لائم کی پروا کیے بغیر اپنے شاگردوں اور عقیدت مندوں کو لے

۱۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۷۶، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

کر مقابلہ پر آجاتے تھے؛ اس لیے اس زمانہ میں لوگوں کا قاضی صاحب کے احتساب سے بچنا بڑا مشکل ہوتا تھا۔ ہم سر دست اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

شاہ مدار کا انکار، پھر اقرار:

سید شاہ بدیع الدین مدار مکن پوری کی شخصیت بڑی پر اسرار اور مختلف فیہ تھی، ان کا ظاہر حال سخت قابل اعتراض تھا؛ اس لیے قاضی شہاب الدین دولت آبادی ابتدا میں ان کی مشیخت و بزرگی کے منکر تھے، مگر بعد میں جب افہام و تفہیم اور خط و کتابت کے ذریعہ اصل حقیقت معلوم ہوگئی، تو اس وقت قاضی صاحب ان کی مشیخت کے قائل ہو گئے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شاہ مدار اور قاضی صاحب کی معاصرت اور تعلق کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

"قاضی شہاب الدین دولت آبادی در عہد او بود، مکتوبے در مردم ہست کہ گویند شاہ مدار آں را بجانب قاضی شہاب الدین نوشتہ بود۔"(۱)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی شاہ بدیع الدین مدار کے دَور میں تھے، ان کا ایک مکتوب لوگوں کے درمیان مشہور ہے، کہتے ہیں کہ شاہ مدار نے وہ خط قاضی شہاب الدین کو لکھا تھا۔

قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں کہ اخبار الاصفیاء میں ہے:

"ایک مرتبہ قاضی شہاب الدین صاحب نے شاہ مدار سے پوچھا کہ اس حدیث "العلماء ورثة الأنبياء" میں کن علما کی طرف اشارہ ہے؟

شاہ مدار نے کہا: وہ علما مراد ہیں جنھوں نے ظاہری تعلیم کی طرف رخ نہیں کیا اور علم لدنی میں کامیابی حاصل کی؛ کیوں کہ میراث کسب سے نہیں ملا کرتی۔

ملا عبد القادر بدایونی نے بھی اس خط و کتابت کا تذکرہ کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قاضی صاحب نے شاہ مدار کو لکھا کہ کیا حدیث "العلماء ورثة الأنبياء" کی رو سے مجھے وارث انبیا کہہ سکتے ہیں؟

۱۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۶۰، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

شاہ مدار نے جواب دیا کہ نہیں، وارث کو وراثت بغیر جد وجہد کے ملتی ہے اور آپ نے دود چراغ اور محنت شاقہ سے چند وہبی نقوش حاصل کیے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وارث وہ فقرا ہیں جنھوں نے علم الٰہی بنا کسب کے وہبی طور سے پایا ہے۔"(۱)

سید اقبال احمد جون پوری نے چھ سات صفحات میں شاہ مدار کے مکتوب کا تفصیل سے بیان کیا ہے اور قاضی شہاب الدین صاحب کے شاہ مدار کی خدمت میں حاضر ہونے اور معافی تلافی کا بھی ذکر کیا ہے، چنان چہ وہ لکھتے ہیں:

"ملک العلماء، قاضی شہاب الدین نے اپنے ظاہری و باطنی خیالات کو حضرت مخدوم (سید اشرف جہاں گیر سمنانی) کی خاص توجہ سے درست کیا اور بہت ہی بے چینی و عقیدت و محبت کے ساتھ حضور اقدس سید بدیع الدین قطب المدار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقصیرات گزشتہ کی معافی چاہی اور سلسلۂ عالیہ مداریہ میں داخل کرنے کی درخواست کی، حضور اقدس (سید بدیع الدین شاہ مدار) نے آپ پر نہایت شفقت و محبت فرمایا اور سلسلہ کی پاک برکتوں و نسبتوں سے سرفراز فرما کر اجازت و خلافت سے نوازا۔"(۲)

شیخ رکن الدین سے ایک مسئلہ پر باز پرس:

شیخ رکن الدین بن صدر الدین بن شرف الدین انصاری ہروی، ثم ہندی جون پوری اپنے زمانہ کے مشہور و معروف ارباب فضل و کمال میں سے تھے، ان کے والد صدر الدین، خضر خان کے دَور میں دہلی آئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی، لیکن جب ان کا انتقال ہو گیا تو شیخ رکن الدین دہلی چھوڑ کر "جون پور" چلے گئے، اس وقت وہاں ابراہیم شاہ شرقی کی حکومت تھی۔

شیخ رکن الدین نے طریقت و معرفت کی تعلیم شیخ تاج الدین جھونسوی سے حاصل کی، پھر جب شیخ جلال الدین حسین بن احمد حسینی بخاری شہر جون پور تشریف لائے تو ان سے بھی اکتساب علم و فضل کیا اور ان کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، یہاں تک کہ ان کے مریدین ان کے سامنے سجدۂ تعظیمی کرنے لگے اور وہ ان کو اس عمل سے روکتے نہیں تھے۔

۱۔ دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۱۹۸، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی، ۲۵۔
۲۔ تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیہ جون پور، ج: ۲، ص: ۱۳۹۶، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو اس بارے میں معلوم ہوا تو انھوں نے شیخ رکن الدین سے سخت باز پرس کی اور اس سلسلے میں ان کی مشیخت ومقبولیت کی قطعا کوئی پروا نہیں کی۔"(۱)

قاضی اطہر مبارک پوری نے تجلی نور کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ رکن الدین سے ایک خلاف شرع حرکت صادر ہوئی، اس کی خبر سے قاضی شہاب الدین صاحب کا مزاج سخت برہم ہوا اور اپنے شاگرد شیخ عبدالملک عادل کو بھیج کر یہ پیغام دیا کہ وہ اپنے مریدوں میں توحید کا بیان اور سجدہ کی ادائیگی شرعی طور پر کریں کرائیں، ورنہ ان کے شہر بدر کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

شیخ عبدالملک عادل ایک جماعت لے کر شیخ رکن الدین کے یہاں پہونچے، مگر وہاں جاکر ان پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور وہ شیخ رکن الدین کے معتقد ہوگئے، اس خبر سے قاضی صاحب کو بڑا رنج ہوا اور کوتوال شہر نصرت خان کو پروانہ لکھا کہ وہ جاکر شیخ رکن الدین کو شہر بدر کا حکم دے، مگر کوتوال مذکور بھی ان کے پاس جاکر خوش اعتقاد ہوگیا اور واپس آکر سلطان ابراہیم سے عرض کیا کہ شیخ رکن الدین کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، اسی میں مصلحت ہے، یہ سن کر سلطان ابراہیم نے بھی چشم پوشی کی۔"(۲)

شیخ رکن الدین کی وفات ۱۱ / ربیع الثانی ۸۷۴ھ میں ہوئی، ان کی قبر شہر جون پور میں ہے۔"(۳)

کبیر ہندی پر سخت نکیر:

حکیم عبدالحئی رائے بریلوی نے شیخ عبدالعزیز جون پوری کی کتاب "سیرت الاولیاء" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کبیر ہندی جون پور میں آئے تو قاضی شہاب الدین کے تلامذہ نے انھیں گھیر لیا تو شیخ رکن الدین نے ان کو اپنی حفاظت میں لے کر شہر سے باہر کر دیا۔"(۴)

---

[۱] ۔نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع النواظر، ج:۳، ص: ۲۴۹، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

[۲] ۔دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۱۹۷، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

[۳] ۔نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، ج:۳، ص: ۲۴۹، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

[۴] ۔نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، ج:۳، ص: ۲۴۹، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

کبیر ہندی کے خلاف قاضی شہاب الدین صاحب کے تلامذہ کی محاذ آرائی صرف اس لیے تھی کہ کبیر ہندی کے بہت سے خیالات شریعت کی رو سے قابل قبول نہیں تھے، بلکہ ان کی شخصیت بھی مختلف فیہ تھی۔

ملک العلماء کا ذوق شعر و شاعری:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی شعر و شاعری کا بھی اچھا ذوق رکھتے تھے۔ قاضی عبدالمقتدر شریحی کندی جیسے فصیح و بلیغ اور ادیب و شاعر کی شاگردی و ہم نشینی نے قاضی صاحب کے اندر شعر و سخن کا بڑا ستھرا ذوق پیدا کر دیا تھا۔

لیکن ان کے اشعار کا مجموعہ نہیں ملتا۔اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ قاضی صاحب کا اصل میدان درس و تدریس اور تصنیف و تالیف تھا،شعر و شاعری سے صرف ذوق کی حد تک تعلق تھا ؛اس لیے انھوں نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''اخبار الاخیار فی اسرار الابرار'' میں لکھا ہے:

''وسلیقۂ شعر نیز دار، وایں قطعۂ او کہ بیکے از ملوک در باب طلب جاریہ نوشتہ است مشہور است۔''

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی شعر گوئی کا ہنر بھی رکھتے تھے،ان کا یہ قطعہ بہت مشہور ہے جو انھوں نے ایک بادشاہ (سلطان ابراہیم شاہ شرقی) کو باندی کی طلب کے بارے میں لکھا تھا۔وہ قطعہ یہ ہے:

ایں نفس خاکسار کہ آتش سزاے اوست
بر باد گشت لائق بے آب کردن است
یک کس چناں فرست کہ پا بر سرم نہد
ریزد ہمہ منی و تکبر کہ در من است

ترجمہ: یہ حقیر نفس جس کی سزا آگ ہے، برباد ہو گیا اور یہ بے عزت کرنے کے لائق ہے،ایک ایسی ذات کو بھیج دیجیے جو میرے سر پر اپنا پاؤں رکھے اور میرے تمام کبر و غرور کو

نیست ونابود کردے۔"(۱)

مفتی غلام سرور لاہوری نے قاضی صاحب کے فن شعر گوئی سے متعلق اس طرح لکھا ہے: "درفن شعر نیز مہارت تام داشت"۔ یعنی قاضی صاحب فن شعر گوئی میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔

اس کے بعد انھوں نے وہی قطعہ درج کیا ہے جو"اخبار الاخیار فی اسرار الابرار" کے حوالہ سے اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔"(۲)

سید اقبال احمد جون پوری لکھتے ہیں:

"حضرت ملک العلماء قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابراہیم شاہی دور کے بلند پایہ شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں، علم وفضل میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ یہ قطعہ آپ ہی کا کہا ہوا ہے:

اے زہے جوش کرمت قطرہ بود دریاے
پیش او لاف زند بارش باراں تاچند
گر بفیضش نکند ابر بہاری شاداب
دعویِ حسن کند گل بہ گلستاں تا چند

ترجمہ: واہ! تیرے کرم کے جوش سے قطرہ دریا ہو جاتا ہے، اس کے سامنے بارش باراں لاف زنی نہیں کر سکتی، اگر اس کے فیض سے ابر بہاری شاداب نہ کرے تو گلستاں میں پھول دعویِ حسن نہیں کر سکتے۔"(۳)

لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی میں ہے:

جس زمانہ میں حضرت مخدوم جہاں گیر سمنانی قدس سرہ شہر جون پور کی اٹالہ مسجد میں قیام پذیر تھے اور ملک العلماء ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو برجستہ یہ قطعہ پڑھا تھا:

چہ خورشید است تاباں بر جبینش   کہ خورشید فلک زو ذرہ گردد

۱۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص:۱۷۵، ۱۷۶، مطبع: مجتبائی، دہلی۔ ۱۴۰۹ھ۔
۲۔ خزینۃ الاصفیاء، ج:۱، ص:۳۹۱، مطبع منشی نول کشور، کان پور۔
۳۔ تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیہ جون پور، ج:۱، ص:۶۹۶، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔

بگوہر سید است دریاے امواج   کہ دریاے جہاں چوں قطرہ گردد

ترجمہ: ان کی پیشانی سے کیسا نور چمک رہا ہے کہ فلک کا آفتاب اس کے سامنے ذرہ معلوم ہو رہا ہے۔

سید اپنی ذات میں لہریں مارنے والا دریا ہیں کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کے دریا قطرہ کی طرح ہیں۔"(۱)

قاضی صاحب کے مشہور ومعروف تلامذہ:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے دہلی کی سرزمین پر تدریس کا عمل شروع فرمایا اور پھر ابراہیم شاہ شرقی کے دَور میں "جون پور" میں بساط درس وتدریس بچھائی اور پوری زندگی تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

ظاہر ہے کہ ایسے جلیل القدر عالم وفاضل کی درس گاہ کے فیض یافتہ اوران کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہوگی، مگر افسوس یہ ہے کہ ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کرنے والے علما وفضلا میں صرف چند حضرات کے بارے میں ہی یہ صراحت ملتی ہے کہ انھوں نے قاضی صاحب کی بارگاہ میں زانوے تلمذ تہ کیا اوران کی درس گاہ فیض بار سے اکتساب علم وفن کیا ہے۔ان مشہور ومعروف تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) شیخ صفی الدین ردولوی۔

(۲) شیخ قاضی رضی الدین ردولوی۔

(۳) شیخ فخر الدین جون پوری۔

(۴) شیخ محمد عیسیٰ جون پوری۔

(۵) علامہ عبدالملک عادل جون پوری۔

(۶) شیخ قطب الدین ظفرآبادی۔

(۷) شیخ علاء الدین جون پوری۔

[ان حضرات کے علاوہ دو نام اور ملتے ہیں جو بالواسطہ قاضی صاحب کے تلامذہ

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲،ص:۱۰۵،مطبع: مکتبہ سمنانی ۱۴/ ۱۷،فردوس کالونی، پاکستان۔

میں شامل ہیں، تکمیل کے لیے ہم ان کا بھی ذکر کردیتے ہیں]

(۸) مولانا الہ داد جون پوری۔

(۹) قاضی سماء الدین جون پوری۔

۞ ان حضرات کے مختصر حالات درج ذیل ہیں:

(۱) شیخ صفی الدین ردولوی:

آپ کا اسم گرامی: صفی الدین اور والد ماجد کا نام: شیخ نصیر الدین بن شیخ نظام الدین ہے۔آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔

آپ کے دادا شیخ نظام الدین، ہلاکو خان کے حادثہ میں اپنے وطن "غزنین" سے چند افراد کے ہمراہ ہندستان تشریف لائے اور دہلی میں اقامت اختیار کرلی، اس وقت ہندستان میں علاء الدین خلجی کی حکومت تھی۔ پھر دہلی میں فتنۂ تیموری رونما ہونے سے پہلے ہی ابراہیم شاہ شرقی کے دورِ حکومت میں دہلی چھوڑ کر جون پور آگئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے بیٹے شیخ نصیر الدین سے کردیا تھا، ان سے تین بیٹے پیدا ہوئے: صفی الدین، فخر الدین اور رضی الدین۔ان تینوں نے اپنے نانا قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی۔

شیخ صفی الدین نے فراغت کے بعد درس وافتا اور تصنیف وتالیف کا مشغلہ اختیار کیا، ان کی تصنیفات میں یہ چند کتابیں بہت مشہور ہیں:

۱۔ دستور المبتدی۔ ۲۔حل ترکیب کافیہ۔ ۳۔غایۃ التحقیق، یہ کافیہ کی شرح ہے۔

ایک زمانہ تک شیخ صفی الدین درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا کام کرتے رہے، پھر تلاش شیخ میں ردولی تشریف لے گئے، اس وقت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی ردولی ہی میں رونق افروز تھے۔جب شیخ صفی الدین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مخدوم صاحب نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور اپنے قریب بٹھایا اور اسی وقت انھیں سلسلۂ چشتیہ نظامیہ

میں مرید کر کے خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

آپ کے چھوٹے بھائی شیخ رضی الدین اس زمانہ میں ردولی کے قاضی تھے؛ اس لیے آپ نے بھی وہیں اقامت اختیار کر لی اور ۱۳/ ذی قعدہ 819ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔" (۱)

(۲) شیخ قاضی رضی الدین ردولوی:

شیخ قاضی رضی الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ نظام الدین حنفی ردولوی ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ کے نواسے ہیں، انھوں نے بھی اپنے نانا جان سے جملہ علوم وفنون کی تحصیل کی اور اپنے اسلاف کے طرز پر درس وتدریس میں زندگی بسر کی۔ ان کے علم وفضل کی بنیاد پر سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے ان کو ردولی کا قاضی مقرر کر دیا؛ اس لیے انھوں نے وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

اسی زمانہ میں ان کے بڑے بھائی شیخ صفی الدین مرشد کامل کی تلاش میں ردولی تشریف لے گئے، وہاں مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے شیخ صاحب کو سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں مرید کر کے اجازت وخلافت سے نوازا۔

اس سے سمجھ میں آیا کہ شیخ رضی الدین، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی وفات (۸۰۸ھ) سے پہلے ہی ردولی کے قاضی بنائے جا چکے تھے اور اس کے چند سال پہلے ہی ان کے والد اور نانا دہلی سے جون پور آ چکے تھے اور ان کی پیدائش اور تعلیم وتربیت کے تمام مراحل دہلی ہی میں گزر چکے تھے؛ لہذا صاحب "نزہۃ الخواطر" کا ان کے بارے میں یہ کہنا کہ "شیخ قاضی رضی الدین جون پور میں پیدا ہوئے اور وہیں ان کی نشوونما ہوئی، اور اپنے نانا قاضی شہاب الدین سے تحصیل علم کر کے ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہے" محل نظر ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قاضی رضی الدین کی ولادت، نشوونما اور نانا قاضی شہاب الدین

۱۔ تذکرۂ علمائے ہند، ص: ۹۶، ملخصا، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

دولت آبادی سے تحصیل علم کے تمام مراحل قیام دہلی کے زمانہ میں طے ہو چکے تھے۔(۱)

(۳) شیخ فخر الدین جون پوری:

شیخ فخر الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ نظام الدین حنفی جون پوری بھی قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے نواسے ہیں، انھوں نے بھی اپنے بھائیوں کی طرح اپنے نانا جان سے علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی۔

مولوی رحمان علی نے تینوں بھائیوں کے بارے میں یہ تصریح کی ہے کہ انھوں نے اپنے نانا قاضی شہاب الدین صاحب سے علوم متداولہ کا اکتساب کیا، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

"وہر یکے بخدمت قاضی شہاب الدین جد مادری خود باکتساب علوم متداولہ دانشمند وتبحر شدند۔"(۲)

ترجمہ: ان میں سے ہر ایک نے اپنے نانا قاضی شہاب الدین کی خدمت میں علوم مروجہ کی تعلیم حاصل کی اور سب زبردست عالم اور دانش ور ہوئے۔

تقریبا یہی ساری باتیں صاحب نزہۃ الخواطر نے بھی لکھی ہیں، البتہ ان کی یہ تصریح کہ: "ولد ونشأ بجون بور" یعنی جون پور میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما ہوئی، محل نظر ہے۔"(۳)

(۴) شیخ محمد عیسیٰ جون پوری:

شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ احمد عیسیٰ جون پور کے علمائے کرام اور مشائخ عظام میں نمایاں شخصیت کے مالک تھے، آپ کی ولایت اور عظمت وکرامت پر سب کا اتفاق ہے، آپ شیخ فتح اللہ اودھی کے مرید ہیں، امیر تیمور جب دہلی آیا تو اکثر علما ومشائخ دہلی چھوڑ کر جون پور

۱۔ نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، ج:۳، ص:۲۵۰، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔/ دیار پورب میں علم اور علما، ص:۲۰۴، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی، ۲۵۔

۲۔ تذکرۂ علمائے ہند، ص:۹۶، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

۳۔ نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر کی پوری عبارت یہ ہے: الشيخ الفاضل العلامة فخر الدين بن نصير الدين بن نظام الدين الحنفي الجونبوري كان سبط العلامة قاضي القضاة شهاب الدين أحمد بن عمر الزاولي الدولة آبادي، ولد ونشأ بجونبور وقرأ العلم على جده لأمه الشهاب المذكور ولازمه مدة من الزمان حتى برع في الفقه والأصول والكلام والعربية. [ج:۳، ص:۲۶۴، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

چلے گئے، ان ہی جانے والوں میں آپ کے والد ماجد شیخ احمد عیسیٰ بھی تھے، اس وقت آپ کی عمر قریب سات آٹھ تھی۔

آپ بچپن ہی میں فطری سعادت وفیروزمندی اور طبعی استعداد ولیاقت کی وجہ سے شیخ فتح اللہ کے مرید ہوگئے اور اپنے شیخ کے ارشاد ہی پر عرصۂ دراز تک قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی درس گاہ میں زانوے تلمذ تہ کیا اور علوم عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم حاصل کی۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی ان سے بڑی محبت رکھتے تھے اور ان ہی کے لیے اصول بزدوی کی شرح بحث امر تک تحریر فرمائی تھی۔

علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت کے بعد تزکیۂ قلب اور تصفیۂ باطن کے لیے اپنے شیخ فتح اللہ اودھی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باطن کی صفائی میں اس قدر منہمک ہوئے کہ ظاہر سے یکسر بے خبر ہو گئے۔

مشہور ہے کہ آپ کے کمرے کے سامنے ایک درخت خود بخود اگا اور خوب بڑھا، مگر مدت دراز تک آپ کو اس کی خبر نہیں ہوئی، اتفاق سے ایک دن اس درخت کے چند پتے آپ کی نشست گاہ پر گرے تو آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ پتے کہاں سے آئے؟

اس وقت لوگوں نے پوری صورت حال بیان کی تو آپ کو خبر ہوئی کہ اس مکان کے دروازے پر ایک درخت اگا اور بڑھا ہے۔

آپ ہمیشہ مراقبہ میں رہا کرتے تھے، جسم کی تمام ہڈیاں ابھر آئی تھیں اور ٹھوڑی سینہ سے مل گئی تھی۔ آپ کا مزار جون پور میں ہے۔"(۱)

مولانا خیر الدین محمد جون پوری "تذکرۃ العلماء" میں لکھتے ہیں:

"وفات آں حضرت در سنہ ہشت صد شصت ونہ ہجری رونمود، وعمر شریفش در آں وقت ہشتاد ونہ سالہ بود، در گنبد سنگیں کہ عقب مسجد جامع بطرف مغرب باندک فاصلہ است مدفون گردید۔"(۲)

۱۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص:۱۷۵، ملخصا، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

۲۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: تذکرۂ علماے ہند، ص:۲۰۵، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔/ تذکرۃ العلماء، ص:۲۰، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ۔

ترجمہ: شیخ محمد عیسیٰ جون پوری کی وفات ۸۶۹ھ میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر نواسی سال تھی، جامع مسجد کے پیچھے تھوڑی دور مغرب کی طرف گنبد میں مدفون ہوئے۔

(۵) علامہ عبدالملک عادل جون پوری:

علامہ عبدالملک عادل، وزیر سلاطین شرقیہ نواب عماد الملک عمری، ادہمی، جون پوری کے صاحبزادے ہیں، ان کی ولادت جون پور میں ہوئی اور بچپن ہی میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی درس گاہ میں حاضر ہوگئے اور ان سے اکتساب علوم وفنون شروع کر دیا، اٹھارہ سال کی عمر میں مروجہ علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہوگئے۔

آپ بڑے ذہین وطباع اور قاضی صاحب کے مقرب ترین شاگردوں میں سے تھے، قاضی صاحب نے اپنی خوشی وخواہش سے آپ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی اور چند سال میں ابتدا سے انتہا تک پہنچا دیا۔

ایک دن آپ نے قاضی صاحب کی شرح کافیہ پر حاشیہ لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کیا تو قاضی صاحب نے اسے دیکھ کر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

علم قاضی برسفینۂ عادل آمد۔" یعنی قاضی کا علم عادل کی کاپی پر رونما ہوا۔

فراغت کے بعد اپنے استاذ کے جانشیں بنے اور ان کے طریقے پر درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور افتا کا سلسلہ جاری رکھا اور قاضی شہاب الدین کے وصال کے بعد ان کے مدرسہ کے صدر المدرسین اور جانشیں بنا دیے گئے اور تا حیات تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ شارح ہدایہ شیخ الہ داد جون پوری آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

۱۲/ربیع الاول ۸۹۷ھ میں علامہ عبدالملک عادل اس دنیاے فانی سے رخصت ہوگئے اور جون پور میں اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔"(۱)

(۶) شیخ قطب الدین ظفر آبادی:

شیخ سید قطب الدین بن ابو محمد سید نورالدین بن آفتاب ہند سید اسدالدین

۱۔ نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، ج:۳، ص: ۲۵۹، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔/ دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۲۰۷، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔ اور ان دونوں کتابوں کا ماخذ "تجلی نور" ہے۔

ظفرآبادی ۸۰۲ھ میں "ظفرآباد" میں پیدا ہوئے، حفظ قرآن کے بعد ابتدائی کتابیں اپنے والد شیخ نورالدین حنفی حسینی واسطی سے پڑھیں، اس زمانہ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی علمی وتدریسی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور دور دور سے تشنگان علم ان کے چشمۂ علم پر آکر سیراب ہو رہے تھے، شیخ قطب الدین بھی قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر کسی دوسری درس گاہ کا رخ نہیں کیا، بلکہ ان ہی کی خدمت میں رہ کر چار سال میں تمام کتب درسیہ اور علوم متداولہ کی تکمیل کی۔

آپ سادگی اور کم سخنی میں مشہور تھے، قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے ان کی صلاحیت دیکھ کر کمال آرزومندی سے ان کی تعلیم وتربیت میں کوشش کی اور ان کی تعظیم وتوقیر میں کوئی کمی نہیں کی، دوسرے تلامذہ یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئے، بلکہ آپس میں چہ می گوئیاں کرنے لگے، جب قاضی صاحب کو خبر لگی تو طلبہ سے فرمایا:

تم لوگوں کو کیا معلوم، یہ لڑکا صفات کمالات کا جامع اور علوم صوری ومعنوی سے آراستہ ہے، آگے چل کر سرآمد فضلاے دہر وزبدۂ کملاے وقت ہوگا، اس وقت اس کے کمالات کا آفتاب درخشاں نہیں ہے اور اسے خود معلوم نہیں کہ میں کیا ہوں اور کیا ہونے والا ہوں اور اس کی تھیلی میں ٹھیکری ہے یا لعل شب چراغ ہے۔

آخر یہی ہوا اور چار سال گزرتے گزرتے تمام علوم وفنون میں درجۂ کمال کو پہنچ کر قاضی صاحب کے ممتاز شاگردوں میں شمار ہوئے۔ اس کے بعد اپنے والد سے طریقت حاصل کی، پھر حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔

شیخ قطب الدین نہایت متواضع، خوش اخلاق اور عابد وزاہد عالم وبزرگ تھے، ان کی ذات سے بہت سے بندگان خدا کو فیض ملا۔ ۲۰/ جمادی الآخرہ ۸۶۹ھ میں ظفرآباد میں وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔"(۱)

۱۔ نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۳، ص:۲۶۶، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔/ دیار پورب میں علم اور علما، ص:۲۰۸، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔ ان دونوں کتابوں کا ماخذ "تجلی نور" ہے۔

(۷) شیخ علاؤالدین جون پوری:

شیخ علاؤالدین جون پوری، سلاطین شرقیہ کے وزیر نواب عمادالملک عمری کے چھوٹے فرزند اور شیخ عبدالملک عادل کے برادر ہیں، عطاء الملک لقب ہے، جون پور کے مشاہیر علما اور اساتذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔

انھوں نے ایک مدت تک قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی خدمت میں رہ کر مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی۔ قاضی صاحب نے ان کے لیے" کافیہ لابن حاجب" کی تفصیلی شرح لکھی اور خود انھیں اس کتاب کا درس دیا۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد تدریس وافتا اور تصنیف وتالیف کا مشغلہ اختیار کیا اور استاذ نے اپنے عزیز شاگرد کے لیے جو کتاب لکھی تھی اس پر عمدہ حاشیہ لکھ کر حق شاگردی ادا کرنے کی کوشش کی۔ جون پور میں ان کا انتقال ہوا اور اپنے اسلاف کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔"(۱)

مولانا الٰہ داد جون پوری:

مولانا الٰہ داد، جون پور کے اعاظم علما و کبراے فقہا سے گزرے ہیں، مطالبِ علمیہ کی تحریر و تنقیح میں یدطولیٰ رکھتے تھے، انھوں نے علوم ظاہری، شیخ فاضل عبداللہ تلبنی سے حاصل کیے۔ ہدایہ، بزدوی، قنیہ، مدارک اور کافیہ کی شرحیں تصنیف کیں اور حواشی ہندیہ پر حواشی لکھے۔

آپ ایک واسطہ سے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شاگردوں میں آتے ہیں، آپ طریقت میں سید راجی حامد شاہ کے مرید تھے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کے یار ہمدم اور رفیق جانی شیخ حسن طاہر نے، سید راجی حامد شاہ سے بیعت کی تو آپ نے شیخ حسن سے فرمایا: سید حامد شاہ کے مرید ہو کر تم نے طالب علموں کی عزت برباد کردی۔

۱۔ نزهة الخواطر و بهجة المسامع والنواظر، ج:۳، ص: ۲۶۰، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔/ دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۲۰۹، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔ ان دونوں کتابوں کا ماخذ" تجلی نور" ہے۔

انھوں نے کہا: اگر آپ بھی ان کی خدمت میں چلیں اور امتحان کریں، تو ہم کو معذور رکھیں۔ آپ دوسرے دن ہدایہ اور بزودی سے چند مشکل مسائل اپنے ذہن میں محفوظ کر کے شیخ حسن کے ساتھ ان کی خدمت میں پہنچے۔ سید راجی حامد شاہ نے حسب عادت خود اپنے حال کی سرگزشت اس ڈھنگ سے بیان کی کہ مولانا الہ داد کے جس قدر اشکال تھے سب رفع ہو گئے؛ اس لیے آپ اسی وقت ان کے مرید ہو کر ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ ۹۲۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور "شاہنشاہ دوراں" سال وفات ہے۔"(۱)

قاضی سماؤالدین جون پوری:

قاضی سماؤالدین جون پوری اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے، انھوں نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے تلامذہ سے مروجہ علوم وفنون کی تحصیل کی تھی۔

سلطان حسین شرقی نے آپ سے علم حاصل کیا، پھر اپنا وزیر بنایا اور "قتلغ خان" کا لقب دیا۔ ۸۸۳ھ میں جب سلطان حسین شاہ اورر سلطان بہلول لودھی میں مقابلہ ہوا تو قاضی سماؤالدین جون پوری، سلطان حسین شرقی کے ہمراہ تھے، سلطان بہلول لودھی نے انھیں گرفتار کر کے دہلی میں قید کر دیا، ۸۹۴ھ تک وہ زندہ رہے۔"(۲)

قاضی صاحب کے اولاد واحفاد:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے اولادِ نرینہ کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی ہے، ہاں! ان کی ایک صاحبزادی کا ذکر ملتا ہے، جن کا نکاح انھوں نے شیخ نصیرالدین بن شیخ نظام الدین غزنوی سے کیا تھا۔ اس کا ذکر مولوی رحمان علی نے اپنی کتاب "تذکرۂ علماے ہند" میں اس طرح کیا ہے:

"قاضی دخترے داشت اور ابشیخ نصیرالدین بن نظام الدین منکوح فرمود، از وسہ پسر بوجود آمدند، صفی الدین، فخر الدین، رضی الدین، وہر یکے بخدمت قاضی شہاب الدین جد مادری خود باکتساب علوم متداولہ دانش مند متبحر شدند۔"(۳)

۱۔ حدائق الحنفیہ، ص: ۳۸۸، ۳۸۹ ملخصا، ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی ۶۔

۲۔ نزہۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، ج: ۳، ص: ۲۵۳، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

۳۔ تذکرۂ علماے ہند، ص: ۹۶، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

ترجمہ: قاضی شہاب الدین صاحب کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا نکاح انھوں نے شیخ نصیرالدین بن شیخ نظام الدین سے کیا تھا۔ان کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے: (۱)صفی الدین۔(۲)فخرالدین۔(۳)رضی الدین۔

ان میں سے ہرایک نے اپنے نانا قاضی شہاب الدین کی خدمت میں علوم مروجہ کی تعلیم حاصل کی اورسب زبرست عالم اوردانش ورہوئے۔

قاضی صاحب کی تصنیفات وتالیفات:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی تدریسی خدمات کے ساتھ ان کی تحریری خدمات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے،ان کی تصنیفات وتالیفات کا ذکرتقریبا تمام تذکرہ نگاروں نے کیاہے۔انھوں نے مختلف علوم وفنون میں ایسی معیاری کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جواپنی مثال آپ ہیں۔آپ کی تصنیفات کا ذکرکرتے ہوئے مولانا خیرالدین محمد جون پوری لکھتے ہیں:

”قاضی صاحب راتصانیف کثیراست،حسب الحکم تصانیف اورابخوش ترین خطوط می نویسانیدندوبسلاطین ایران وتوران وروم وشام بطرز ارمغان می فرستادند، واکثرہا درجایزۂ تالیفات اورابزرونقرہ سنجیدندوبخادمانش گذرانیدند۔“(۱)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین صاحب کی تصانیف بہت ہیں،ان کے حکم سے تلامذہ ان کی تصانیف کونہایت عمدہ خط میں تحریرکرکے ایران وتوران اورروم وشام کے بادشاہوں کی خدمت میں تحفۃً بھیجا کرتے تھے،ان میں اکثرسلاطین بطور انعام واکرام ان کتابوں کو سونے چاندی سےتول کراپنے خادموں کے ذریعہ قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

سیدغلام علی آزادبلگرامی”سبحۃ المرجان“میں اس طرح رقم طراز ہیں:

”وألف کتبا سارت بها رکبان العرب والعجم، وأزکی سراجا أهدی

۱۔تذکرۃ العلماء،ص:۱۴،مطبع الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیاپوکھر روڈ،کلکتہ۔

من النار الموقدة على العلم۔"(۱)

ترجمہ: اور مختلف علوم وفنون میں ایسی کتابیں لکھیں جنھیں عرب وعجم کے علمی قافلے اپنے ساتھ لے گئے، اور علم وفضل کا ایسا چراغ روشن کیا جو پہاڑ پر جلائی گئی آگ سے زیادہ راہنما ہے۔

آپ کی جن تصنیفات وتالیفات کے بارے میں معلوم ہوسکا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) الارشاد فی النحو۔(۲) المعافیۃ فی شرح الکافیہ۔(۳) البحر المواج۔(۴) شرح اصول بزدوی۔(۵) شرح قصیدہ بانت سعاد۔(۶) شرح قصیدۂ بردہ۔(۷) رسالہ در تقسیم علوم۔(۸) رسالہ افضلیت عالم بر سید۔(۹) مناقب السادات۔(۱۰) ہدایۃ السعدا۔

(۱۱) بدیع البیان/ بدیع المیزان۔(۱۲) جامع الصنائع۔(۱۳) رسالہ در طہارت زباد۔(۱۴) عقیدۂ شہابیہ۔(۱۵) فتاویٰ ابراہیم شاہی۔(۱۶) ایک کتاب تفسیر میں۔(۱۷) رسالۂ معارضہ۔(۱۸) المصباح۔(۱۹) اسباب الفقر والغنیٰ۔(۲۰) اصول ابراہیم شاہی۔

اب ہم ان کتابوں کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں جس سے ان کی اہمیت وافادیت کا کچھ اندازہ ہوسکے گا۔

(۱) الارشاد فی النحو:

یہ علم نحو کا بہت عمدہ متن ہے، اس کی زبان عربی ہے، اس میں ہر مسئلہ کی تعریف کے ضمن میں اس کی مثال کا بھی التزام کیا گیا ہے۔ اس کتاب سے متعلق سید غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"و"الإرشاد"وهو متن في النحو، التزم فيه تمثيل المسئلة في ضمن تعريفها۔"(۲)

ترجمہ: "ارشاد" علم نحو کا متن ہے، اس میں مصنف نے ہر مسئلہ کی تعریف کے ضمن

۱۔ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص:۹۶، ملخصاً، معہد الدراسات الاسلامیۃ، جامعۃ علی کرہ الاسلامیۃ، علی کرہ۔

۲۔ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص:۹۶، معہد الدراسات الاسلامیۃ، جامعۃ علی کرہ الاسلامیۃ، علی کرہ، الہند۔

میں اس کی مثال کا التزام کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وارشاد در نحو، کہ در وے تمثیل در ضمن تعبیر التزام نمودہ وترتیب جدید اختیار فرمودہ است نیز متنے است لطیف ومتین وبے نظیر وقرین۔"(۱)

ترجمہ: علم نحو میں ایک کتاب "ارشاد" ہے جس میں تعریف کے ضمن میں مثال کا التزام کیا اور جدید ترتیب اختیار فرمائی ہے، یہ کتاب ایک عمدہ مستند اور بے مثال و بے نظیر متن ہے۔

اس کتاب کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کتاب کو دیکھا تو بہت پسند کیا اور فرمایا:

"ایں کہ می گویند کہ سحر از ہندوستان راست آمدہ، غالبا ایں راست سحر بودہ۔"(۲)

ترجمہ: یہ بات جو لوگ کہتے ہیں کہ جادو ہندستان سے نکلا ہے، وہ جادو غالبا یہی کتاب ہے۔

(۲) المعافیۃ فی شرح الکافیہ:

یہ علامہ ابن حاجب کی مشہورِ زمانہ کتاب "کافیہ" کی نہایت مفید شرح ہے، اس کی زبان عربی ہے، اسے قاضی صاحب نے اپنے عزیز ترین شاگرد مولانا علاء الدین عمری جون پوری کے لیے تحریر فرمایا تھا اور انھیں اس کتاب کا درس بھی دیا تھا۔ یہ کتاب "شرحِ کافیہ، حواشی کافیہ، شرحِ ہندی اور حاشیۂ ہندیہ" کے نام سے بھی مشہور ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"از تصنیفاتِ او یکے "حواشی کافیہ" است کہ در لطافت ومتانت بے عدیل واقع شدہ وہم در حالتِ حیاتِ او مشہورِ عالم گشتہ۔"(۳)

ترجمہ: ان کی تصنیفات میں ایک کتاب "حواشی کافیہ" ہے جو لطافت ومتانت میں بے

۱۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۷۵، ملخصا، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔
۲۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج: ۲، ص: ۱۰۶، مکتبہ سمنانی ۱۷/ ۱۴، فردوس کالونی، کراچی۔
۳۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

مثال ہے، یہ کتاب ان کی زندگی ہی میں دنیا میں مشہور ہوگئی۔

اس کتاب کے بارے میں سید غلام علی آزاد بلگرامی فرماتے ہیں:

"والحواشي علی کافیة النحو، وهي أشهر تصانیفه۔"(۱)

ترجمہ: فن نحو میں "حواشی کافیہ" ان کی سب سے مشہور تصنیف ہے۔

مولانا خیر الدین محمد جون پوری لکھتے ہیں: "واز تصنیفات وے شرح کافیہ است کہ بحاشیۂ ہندیہ شہرت دارد۔"(۲)

ترجمہ: اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی تصنیفات میں ایک کتاب شرحِ کافیہ ہے جو "حاشیہ ہندیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

(۳) البحر المواج والسراج الوہاج فی تفسیر القرآن:

یہ کتاب فارسی زبان میں قرآن پاک کی مفصل تفسیر ہے، ہدیۃ العارفین میں اس کا پورا نام "البحر المواج والسراج الوهاج في تفسیر القرآن" درج ہے۔"(۳)

اس میں فصل در فصل ترکیب و معنیٰ کا بیان ہے، کسی وجہ سے اس کی تہذیب و تنقیح نہیں ہوسکی تھی؛ اس لیے اس میں حشو وزوائد رہ گئے ہیں، اس کی تہذیب و تنقیح کی ضرورت ہے، مگر المیہ یہ ہے کہ اس کا مکمل نسخہ دستیاب نہیں ہے۔

غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی نے اسے دیکھ کر فرمایا تھا:

"سخن خالی از اطالتے نیست۔"(۴)

ترجمہ: کلام حشو وزوائد سے خالی نہیں ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"بحر مواج تفسیر قرآن مجید کردہ بعبارت فارسی، دروے بیان ترکیب و معنیٰ فصل در

۱۔ سبحة المرجان في آثار هندوستان، ص: ۹۶، معهد الدراسات الاسلامیة، جامعة علی کره الاسلامیة، علی کره، الهند۔

۲۔ تذکرۃ العلماء، ص: ۱۵، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ۔

۳۔ هدیة العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف، ج: ۱، ص: ۶۷، المکتبة الشاملة۔

۴۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج: ۲، ص: ۱۰۶، مکتبہ سمنانی، ۱۴/۱۷، فردوس کالونی، پاکستان۔

فصل دادہ است، ودریں جا نیز از برائے سجع تکلفے کردہ است، قابل اختصار و تنقیح و تہذیب است۔"(۱)

ترجمہ: "بحر مواج" قرآن مجید کی فارسی زبان میں تفسیر لکھی ہے، اس میں فصل در فصل ترکیب و معنیٰ کا بیان کیا ہے، اور اس میں بھی کوشش کر کے مسجع عبارتیں تحریر کی ہیں، یہ کتاب اختصار اور تہذیب و تنقیح کے لائق ہے۔

اس تفسیر کے تعلق سے مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں:

"چہارم بحر مواج تفسیر قرآن کہ بعبارت فارسی نہایت مقبول۔"(۲)

چوتھی کتاب قرآن کی تفسیر "بحر مواج" ہے جو فارسی زبان میں بہت مقبول ہے۔

(۴) شرح اصول بزدوی تا بحث امر:

اصول فقہ میں فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی (متوفی: ۴۸۲ھ) کی ایک کتاب "الأصول فی الفقه" انتہائی مشہور اور جامع کتاب ہے، مگر الفاظ و عبارات میں اجمال و ابہام کی وجہ سے بہت مشکل ہے؛ اس لیے بہت سے علما و فقہا نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ قاضی شہاب الدین صاحب نے بھی اپنے تلمیذ رشید شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ احمد عیسیٰ جون پوری کے لیے اس کی ایک شرح لکھی ہے جو بحث امر تک ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"و بر اصول بزدوی تا بحث امر نیز شرحے نوشتہ۔" اور اصول بزدوی پر بحث امر تک ایک شرح بھی لکھی ہے۔"(۳)

"اخبار الاخیار" میں قاضی صاحب کے شاگرد شیخ محمد عیسیٰ کے حالات میں ہے:

"و شرح اصول بزدوی کہ قاضی تا بحث امر دارد بتقریبِ او نوشتہ است۔"(۴)

ترجمہ: اور شرح اصول بزدوی جو قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی بحث امر تک

۱۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔
۲۔ خزینۃ الاصفیاء، ج: ۱، ص: ۳۹۰، ۳۹۱، مطبع: منشی نول کشور، کان پور۔
۳۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔
۴۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

ہے، ان ہی (شیخ محمد عیسیٰ) کے لیے لکھی ہے۔

(۵) شرح قصیدۂ بانت سعاد:

قصیدۂ بانت سعاد وہ مشہور و معروف قصیدہ ہے جسے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا تھا اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے خوش ہو کر انھیں اپنی ردائے مبارک عطا فرمائی تھی۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے اس قصیدہ کی بڑی تفصیلی شرح لکھی ہے جس میں ہر شعر سے متعلق نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، عروض اور لغت وغیرہ پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ اس کا نام "مصدق الفضل" ہے۔ یہ شرح ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء میں مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

(۶) شرح قصیدۂ بردہ:

حضرت شیخ شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ کا قصیدۂ بردہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول اور علما و صلحا کے مابین بہت مشہور ہے۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے اس کی بھی ایک شرح لکھی ہے۔ اس کا ذکر سید اقبال احمد جون پوری نے اپنی کتاب "تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیۂ جون پور" میں کیا ہے۔" (۱)

(۷) رسالہ در تقسیم علوم:

یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ میر سید شریف جرجانی کی کتاب "تعریفات" کے طرز پر کوئی کتاب ہوگی، جس میں علوم و فنون کی تعریف اور تقسیم کا بیان ہوگا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اجمالاً اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: "و رسالہ دارد در تقسیم علوم۔" (۲)

اور تقسیم علوم میں ایک رسالہ لکھا ہے۔

۱۔ تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیہ جون پور، ج: ۱، ص: ۴۷۸، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔

۲۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

مولوی رحمان علی نے آپ کی تصنیفات کے بیان اس طرح لکھا ہے:

"ورسالہ در تقسیم علوم بعبارت فارسی۔"(۱)

اور تقسیم علوم میں ایک رسالہ فارسی زبان میں تصنیف فرمایا ہے۔

دیگر کتابوں میں بھی اس کا ذکر ہے، لیکن کسی میں اس کی تفصیل نظر نہیں آئی۔

(۸) رسالہ افضلیت عالم بر سید:

سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی علمی مجلسوں میں نشست گاہ کی تقدیم وتاخیر کے سلسلے میں ایک مرتبہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور صدر جہاں حضرت سید اجمل جون پوری کے درمیان اختلاف ہوگیا۔

قاضی صاحب نے کہا: میرا عالم ہونا ثابت ومعلوم ہے اور تمھارا علوی ہونا مشکوک ہے؛ لہذا تم پر میری فضیلت اور برتری ثابت ہے، پھر اس تعلق سے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "رسالہ افضلیت عالم بر سید" ہوا۔

بعد میں اپنے استاذ یا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے اس خیال سے رجوع کرتے ہوئے اس رسالہ کو دریا برد کردیا اور سادات کی فضیلت سے متعلق ایک کتاب "مناقب السادات" نام کی تصنیف فرمائی۔

اس کی تفصیل سید اقبال احمد جون پوری نے مولوی نور الدین زیدی کی کتاب "تجلی نور" کے حوالے سے اس طرح درج کی ہے:

"در زمان او سید عالی نسب اجمل نام از اکابر اولیاے وقت در جون پور بود، لیکن جمال نسبتش از حلیۂ علم وفضل عاطل، روزے قاضی را باوے در بعضے محافل ملوک در تقدیم وتاخیر بمجلس نزاعے بوقوع آمد وقاضی فرمود کہ عالمیت ما مشخص ومتیقن است وعلویت شما مشکوک، پس مارا تقدیم وترجیح بر شما باید، ازیں سبب کتابے در ذکر فضیلت علما بر سادات تصنیف کرد ودر آں کتاب نوشت کہ فضیلت علما بسبب علم ہست کہ در عالم اظہر من الشمس وعلویت سادات موہوم کہ اثبات آں بسیار مشکل۔

۱۔ تذکرۂ علماے ہند، ص: ۸۸، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

بعد ازاں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را درخواب دیدند کہ بوے عتاب فرمودند و بطلب استرضاے سید اجمل کہ یکے از کملاے زمانہ بودند تحریض کردند۔

علی الصباح قاضی چوں از خواب برخاست از کردۂ خود پشیماں شدہ کتاب را کہ تصنیف کردہ بود در دریا انداخت و پا برہنہ پیش سید اجمل آمدہ زبان معذرت کشاد وتوبہ کرد۔" (ا)

ترجمہ: قاضی صاحب کے دَور میں اجمل نام کے ایک عالی نسب سید تھے جو جون پور میں اس وقت کے اکابر اولیا میں تھے، لیکن اس شرف و بزرگی کے باوجود علوم ظاہری میں ان کا وہ مقام نہیں تھا جو قاضی صاحب کا تھا، ایک روز قاضی شہاب الدین اور سید اجمل، شاہی مجلس میں آئے اور نشست کے لیے تقدیم وتاخیر میں بحث ہوگئی۔

قاضی صاحب نے کہا: ہمارا عالم ہونا ثابت و متیقن ہے اور تمھارا علوی ہونا مشکوک ہے؛ لہذا تم پر ہماری فضیلت اور برتری ہونی چاہیے، اس وجہ سے سادات پر علما کی فضیلت کے بیان میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور اس میں لکھا کہ علما کی فضیلت علم کے سبب سے ہے جو اظہر من الشّمس ہے اور سادات کی علویت موہوم ہے؛ کیوں کہ اس کا اثبات بہت مشکل ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے خواب دیکھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی وجہ سے ناراض ہیں اور سید اجمل کی رضا جوئی کا حکم فرمارہے ہیں جو اپنے زمانہ کے ولی تھے۔

قاضی صاحب صبح جب نیند سے بیدار ہوئے تو اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہوئے اور اپنے تصنیف کردہ رسالہ کو دریا میں ڈال دیا اور ننگے پاوں سید اجمل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر معذرت خواہ ہوئے اور اپنے اس عمل سے توبہ کی۔

(۹) مناقب السادات:

یہ وہی کتاب ہے جو قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے اپنے رسالہ "افضلیت عالم بر سید" کے دریا برد کرنے کے بعد تصنیف فرمایا تھا۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اس

ا۔ تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیۂ جون پور، ج:ا، ص:۱۰۳۱، ۱۰۳۲، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔

میں سادات کرام کے فضائل ومناقب اوران کی محبت ومودت کا بیان ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

"قاضی شہاب الدین رسالہ دارد مسمی بمناقب السادات ، درایں جادادِ عقیدت ومحبت باہل بیت نبوت سلام اللہ علیہم اجمعین دادہ ،سرمایۂ سعادت وموجب نجات وے در آخرت آں خواہد بودان شاءاللہ تعالیٰ۔" (۱)

ترجمہ: قاضی شہاب الدین صاحب نے ایک رسالہ "مناقب السادات" نام کا تصنیف فرمایا ہے،اس میں اہل بیت نبوت سلام اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ غایت درجہ عقیدت ومحبت کا بیان ہے، یہ رسالہ ان شاءاللہ قاضی صاحب کے لیے سعادت کا سرمایہ اور آخرت میں ان کی نجات کا ذریعہ ہوگا۔

مفتی غلام سرور لاہوری اس کتاب کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

"ونیز یک رسالہ دارد مسمی بمناقب السادات کہ دروے عقیدت ومحبت خود باہل بیت نبوت باحسن وجوہ بیان کردہ است۔" (۲)

ترجمہ: "مناقب السادات" نام کا ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا ہے جس میں اہل بیت نبوت کے ساتھ اپنی عقیدت ومحبت کا بہترین انداز میں اظہار کیا ہے۔

(۱۰) ہدایۃ السعداء:

یہ کتاب فارسی میں ہے،اس میں غالبا وعظ ونصیحت اور اخلاقیات سے متعلق بیان ہے۔اس کا تذکرہ "نزہۃ الخواطر" میں ہے۔" (۳)

(۱۱) بدیع البیان/ بدیع المیزان:

یہ کتاب علمِ بیان وبلاغت میں نہایت جامع اور بے مثال متن ہے،اس کی زبان عربی ہےاوراس زمانہ کے ذوق کے مطابق اس کی عبارتیں مسجع ومقفیٰ ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

۱۔ اخبارالاخیار فی اسرارالابرار،ص:۱۷۶،مطبع:مجتبائی،دہلی،۱۳۰۹ھ۔

۲۔ خزینۃ الاصفیاء،ج:۱،ص:۳۹۱،مطبع:منشی نول کشور،کان پور۔

۳۔ نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر،ج:۱،ص:۲۱۶،دارابن حزم،بیروت،لبنان۔

”بدیع البیان نیز متنے است، وعلم بلاغت درایں جامقید بسجع شدہ است۔“(۱)

ترجمہ: بدیع البیان بھی ایک متن ہے اوراس کتاب میں علم بلاغت کا بیان مسجع عبارت میں موجود ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری ”خزینۃ الاصفیاء“ میں لکھتے ہیں:

”سیوم بدیع البیان کہ درعلم بلاغت لاثانی است۔“(۲)

ترجمہ: تیسری کتاب ”بدیع البیان“ ہے جو علم بلاغت میں بے مثال ہے۔

بعض کتابوں میں اس کا نام ”بدیع المیز ان“ بھی درج ہے، چنان چہ سید غلام علی آزاد بلگرامی نے اسے ”بدیع المیز ان“ کے نام سے ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں اس طرح لکھا ہے: ”بدیع المیزان وھو متن فی فن البلاغۃ بعبارات مسجعۃ۔“(۳)

ترجمہ: ”بدیع المیز ان“ مسجع عبارتوں میں فن بلاغت کی جامع کتاب ہے۔

شیخ اسماعیل بن محمد بغدادی نے ”ہدیۃ العارفین“ میں اس کتاب کا پورا نام اس طرح لکھا ہے: ”بدیع المیزان فی البلاغۃ والبیان۔“(۴)

(۱۲) جامع الصنائع:

اس کتاب میں بدائع وصنائع کا بیان ہے۔اس کی زبان فارسی ہے۔اسے دیکھ کر غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا: ”حضرت قاضی دریں فن ہم دست زدہ اند۔“(۵) ترجمہ: قاضی صاحب اس فن میں بھی بازی لے گئے۔

مفتی غلام سرور لاہوری ”خزینۃ الاصفیاء“ میں لکھتے ہیں:

”ششم رسالہ در تقسیم صنائع، کہ ہر یک کتابے وے بعبارت عمدہ وخوش تر افتادہ است۔“(۶)

۱۔اخبارالاخیار فی اسرارالابرار،ص:۱۷۵،مطبع:مجتبائی، دہلی،۱۳۰۹ھ۔

۲۔خزینۃ الاصفیاء،ج:۱،ص:۳۹۰،مطبع:منشی نول کشور، کان پور۔

۳۔اخبارالاخیار فی اسرارالابرار،ص:۱۷۵،مطبع:مجتبائی، دہلی،۱۳۰۹ھ۔

۴۔ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف،ج:۱،ص:۶۷،المکتبۃ الشاملۃ۔

۵۔لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی،ج:۲،ص:۱۰۶،مکتبہ سمنانی،۱۷/۱۴،فردوس کالونی، پاکستان۔

۶۔خزینۃ الاصفیاء،ج:۱،ص:۳۹۱،مطبع منشی نول کشور، کان پور۔

ترجمہ: چھٹی کتاب ”رسالہ در تقسیم صنائع“ ہے۔ان کی ہر کتاب کی عبارت بہت عمدہ اور بہتر ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”ودر صنائع نیز رسالۂ فارسی دارد۔“(۱)

اور علم صنائع میں بھی ایک رسالہ فارسی زبان میں لکھا ہے۔

(۱۳) رسالہ در طہارت زباد:

اس رسالہ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے ”زباد“ کا پاک ہونا ثابت کیا ہے۔زباد، ایک قسم کی خوشبو ہے جو بلی سے حاصل کی جاتی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ ابوالفتح جون پوری کے حالات میں لکھتے ہیں:

”اورا با قاضی شہاب الدین در اصول کلامیہ وفروع فقہیہ بحثہا بود خصوصا در زباد کہ از گربۂ مسکیں می چکد، شیخ آں را نجس می گفت، وقاضی بطہارت اومی رفت، واز اں چہ وے در بعضے رسائل کہ دریں مبحث تالیف کردہ نوشتہ است۔“(۲)

ترجمہ: شیخ ابوالفتح جون پوری اور قاضی شہاب الدین کے درمیان اصول کلامیہ اور فروع فقہیہ میں مباحثہ ہوا، خصوصا ”زباد“ کے سلسلے میں جو بلی کے جسم سے ٹپکتا ہے۔شیخ ابوالفتح اسے نجس کہتے تھے اور قاضی صاحب اس کی طہارت کے قائل تھے، اور اسی وجہ سے انھوں نے ایک رسالہ میں جو اس موضوع پر لکھا ہے، اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔

(۱۴) عقیدۂ شہابیہ:

یہ کتاب کلام وعقائد میں ہے۔اس کا تذکرہ ملا محمد بن قاسم ہندو شاہ نے اپنی کتاب ”تاریخ فرشتہ“ میں ان الفاظ میں کیا ہے:

”ورسالہ ”عقیدۂ شہابیہ“ نیز از مؤلفات اوست۔“(۳)

ترجمہ: اور رسالہ ”عقیدۂ شہابیہ“ بھی ان کی تصانیف میں سے ہے۔

۱۔ اخبارالاخیار فی اسرارالابرار، ص:۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۴۰۹ھ۔

۲۔ اخبارالاخیار فی اسرارالابرار، ص:۱۷۰، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

۳۔ تاریخ فرشتہ، ج:۲، ص:۳۰۶، مطبع: منشی نول کشور۔

حکیم عبدالحئی راے بریلوی نے بھی" نزہۃ الخواطر" میں اس رسالہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:" ورسالة فی العقیدة الإسلامیة۔" (۱)

(۱۵) فتاویٰ ابراہیم شاہی:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے اپنے قدرداں اور محسنِ علم وفن سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے نام پر یہ کتاب عربی میں لکھی تھی، اس میں فقہی مسائل وفتاویٰ درج ہیں۔اس کا ذکر" تذکرۂ علماے ہند" میں ہے۔" (۲)

(۱۶) ایک کتاب تفسیر میں:

قرآن پاک کی آیت: فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی تھی، اس کا پتہ" کشف الظنون" کی اس عبارت سے چلتا ہے:

"العرف الوردی فی نصرة "الشیخ الهندی" لمحمد بن إبراهیم الحلبی المعروف بابن الحنبلی المتوفی سنة إحدی وسبعین و تسع مائة۔ وهو رسالة فی الرد علی عبد اللطیف المشهدی فی رده علی الشیخ شهاب الدین أحمد الهندی فی تألیفه علی قوله تعالی: فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔" (۳)

ترجمہ:" العرف الوردی فی نصرة الشیخ الهندی " نامی کتاب محمد بن ابراہیم حلبی المعروف بابن حنبلی (متوفیٰ: ۹۷۱ھ) کی تصنیف ہے، اس میں عبد اللطیف مشہدی کا رد ہے، مشہدی نے قاضی شہاب الدین کی ایک کتاب کا رد لکھا تھا جسے انھوں نے آیت کریمہ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ" کی تفسیر میں لکھا تھا۔

قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں: اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں کوئی کتاب لکھی تھی، جس کا رد عبد اللطیف مشہدی نے لکھا، اور مشہدی کے رد اور قاضی صاحب کی تائید میں شیخ محمد بن ابراہیم حلبی نے کتاب لکھی۔

۱۔ نزہۃ الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، ج: ۳، ص: ۲۳۳، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔
۲۔ دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۲۲۷، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔
۳۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ج: ۲، ص: ۱۱۳۲، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ قاضی صاحب کی تصانیف عالم اسلام میں کس درجہ مقبول ومتداول تھیں۔ اوران کی بعض کتابوں پر علمائے اسلام میں جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ چلتا تھا اوراس میں مستقل کتابیں لکھی جاتی تھیں۔"(۱)

(۱۷) رسالۂ معارضہ:

اس کا ذکر سید اقبال احمد، جون پوری نے اپنی کتاب "تاریخ سلاطین شرقی اورصوفیہ جون پور" میں قاضی شہاب الدین صاحب کی تصنیفات میں کیا ہے۔"(۲)

(۱۸) المصباح:

اس کتاب کا ذکر ملا محمد قاسم ہندوشاہ نے اپنی کتاب "تاریخ فرشتہ" میں کیا ہے،مگر اس میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ یہ کتاب کس فن اور کس زبان میں ہے۔"(۳)

(۱۹) اسباب الفقر والغنیٰ:

اس کا ذکر "کشف الظنون" میں اس طرح ہے: أسباب الفقر والغنیٰ لمولانا أحمد بن أبي القاسم الدولة آبادي۔"(۴)

اور "ہدیۃ العارفین" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی تصنیفات کے ذکر میں اس کتاب کا بھی نام درج ہے۔(۵)

(۲۰) اصول ابراہیم شاہی:

اس کتاب کا ذکر ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے شمس العلماء محمد حسین آزاد کی کتاب "تذکرۂ علما" کے حاشیہ میں کیا ہے، لیکن اس سے متعلق کوئی تفصیل درج نہیں کی ہے۔"(۶)

۱۔ دیار پورب میں علم اورعلما،ص:۲۲۷، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔
۲۔ تاریخ سلاطین شرقی اورصوفیۂ جون پور، ج:۱،ص:۴۷۸، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔
۳۔ تاریخ فرشتہ، جلد دوم،ص:۳۰۶، مطبع: منشی نول کشور۔
۴۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ج: ۱،ص: ۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔
۵۔ ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف، ج:۱،ص:۶۷، المکتبۃ الشاملۃ۔
۶۔ تذکرۂ علما، حواشی وتعلیقات،ص:۷۷، الفتح پبلی کیشنز، راول پنڈی۔

قاضی صاحب کا سفر آخرت:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے درس وتدریس، ارشاد وافتا اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ پوری زندگی علوم اسلامیہ کی خدمت میں بسر کی ۔ دہلی، کالپی اور جون پور ہر جگہ ان کا علمی وروحانی فیض جاری رہا، مگر جون پور میں ان کی زندگی کا تقریباً چالیس سالہ تعلیمی و تدریسی زمانہ ان کی حیات کا حاصل ہے، ان کی زندگی کے حالات کا بیشتر حصہ اسی دیار سے تعلق رکھتا ہے۔

ان کی وفات ۲۵؍رجب ۸۴۸ھ یا ۸۴۹ھ [۲۷؍اکتوبر ۱۴۴۵ء] میں جون پور میں ہوئی، اور سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی مسجد اور مدرسہ کے جنوب میں دفن کیے گئے۔ اللہ جل شانہ ان کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش نازل فرمائے اور انھیں جنت الفردوس میں بہتر جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

شیخ اسماعیل بن محمد امین بغدادی ان کی وفات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"أحمد بن أبي القاسم عمر الزاولي شهاب الدين الدولةآبادي الهندي الحنفي توفي سنة 848 ثمان وأربعين وثمان مائة۔"(۱)

ترجمہ: شہاب الدین احمد بن ابوالقاسم عمر زاولی، دولت آبادی، ہندی، حنفی کی وفات ۸۴۸ھ میں ہوئی۔

اور مولوی رحمان علی نے ان کی تاریخ وفات ان الفاظ میں درج کی ہے:

"تاریخ بست وپنجم رجب، سال ہشت صد وچہل ونہ ہجری رحلت فرمودہ بجون پور جانب جنوب مسجد سلطان ابراہیم کہ بنام مسجد اٹالہ شہرت دارد مدفون شد۔"(۲)

ترجمہ: ۲۵؍رجب، ۸۴۹ھ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی وفات ہوئی اور جون پور میں سلطان ابراہیم شرقی کی اٹالہ نامی مسجد کے جنوب میں مدفون ہوئے۔



۱۔ ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف، ج:۱، ص:۶۷، المکتبۃ الشاملۃ۔

۲۔ تذکرۂ علماے ہند، ص:۸۹، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

تعارف مولف

از قلم: حضرت مولانا عبدالرحمٰن نظامی مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

نام ونسب:

آپ کا نام: **ساجد علی** ہے اور دار العلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ سے فارغ التحصیل ہونے کی نسبت سے اپنے نام کے ساتھ "مصباحی" لکھتے ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: ساجد علی بن حاجی لیاقت علی بن منگرو بن عظیم اللہ بن سیف اللہ انصاری۔

مولد ومسکن:

آپ کی ولادت صوبہ اتر پردیش کے ایک مردم خیز دیہات موضع: کُسیا، پوسٹ: مہندو پار، ضلع بستی (موجودہ ضلع: سنت کبیر نگر) میں ہوئی۔ تعلیمی اسناد اور دیگر تاریخی کاغذات کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۵ر شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ/ یکم جولائی ۱۹۷۹ء ہے۔ آپ نے اپنے گاؤں میں ہی والدین کے زیر سایہ پرورش پائی اور سن شعور کو پہنچے۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے اپنے وطن ہی کے ایک ادارہ "دار العلوم اہل سنت عزیزیہ شمس العلوم" سے تحصیل علم کا آغاز کیا، قاعدہ بغدادی سے ناظرہ قرآن شریف اور ابتدائی فارسی کی کتابیں ماسٹر عبد المصطفیٰ کمالی اور حضرت مولانا شرافت حسین سبحانی مصباحی علیہما الرحمہ سے پڑھیں۔

پھر دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام، امرڈوبھا، بکھرا بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی میں داخلہ لیا اور وہاں کے مختلف اساتذہ سے درجۂ ثانیہ تک تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد شوال ۱۴۱۳ھ/ اپریل ۱۹۹۳ء میں جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو میں داخلہ لیا اور وہاں درجۂ ثالثہ سے درجۂ خامسہ تک مختلف اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔

پھر مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے برصغیر کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا قصد کیا اور شوال ۱۴۱۶ھ/ مارچ ۱۹۹۶ء میں جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا اور درجۂ سادسہ سے درجۂ فضیلت تک یہاں کے مشہور و باکمال اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

دستار فضیلت:

آپ نے تین سال تک مسلسل گلستان حافظ ملت سے خوشہ چینی کی اور یہاں کے اساتذۂ علم وفن کی درس گاہ فیض بار سے فیض یاب ہوتے ہوئے درس نظامی کے مقررہ نصاب کی تکمیل کی، جس کے نتیجہ میں یکم جمادیٰ الاخریٰ ۱۴۱۹ھ/ ۲۳؍ستمبر ۱۹۹۸ء میں عرس حافظ ملت کے موقع پر علما و مشائخ اہل سنت کے ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

اساتذۂ کرام:

۱۔ ماسٹر عبد المصطفیٰ کمالی علیہ الرحمہ۔ ۲۔ حضرت مولانا شرافت حسین سبحانی مصباحی علیہ الرحمہ [ان حضرات سے آپ نے دار العلوم اہل سنت عزیزیہ شمس العلوم، مہندو پار، ضلع سنت کبیر، یوپی میں اکتساب علم کیا۔]

۳۔ مولانا محمد حنیف قادری علیہ الرحمہ۔ ۴۔ مولانا محمد محسن نظامی مصباحی۔ ۵۔ مولانا محمد عیسیٰ رضوی۔ ۶۔ مولانا امام علی قادری۔ ۷۔ مولانا شبیر احمد اشرفی۔ ۸۔ مولانا رحیم الدین نوری۔ ۹۔ مولانا قاری محمد ظہور۔ [ان حضرات سے آپ نے دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام، امرڈوبھا، ضلع سنت کبیر نگر میں تعلیم حاصل کی۔]

۱۰۔ مفتی حبیب اللہ خان نعیمی مصباحی۔ ۱۱۔ مولانا صدر الوریٰ قادری مصباحی۔ ۱۲۔ مولانا عبد الرحمٰن مصباحی۔ ۱۳۔ مولانا آل مصطفیٰ مصباحی۔ ۱۴۔ مولانا علاء المصطفیٰ قادری۔ [ان حضرات سے آپ نے جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو میں تعلیم حاصل کی]

۱۵۔ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی۔ ۱۶۔ صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی۔ ۱۷۔ حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی۔ ۱۸۔ مفتی محمد نظام الدین رضوی

مصباحی۔ ۱۹۔مولانا اسرار احمد مصباحی ۔ ۲۰۔ مولانا نصیرالدین مصباحی ۔ ۲۱۔ مولانا اعجاز احمد مصباحی ۔ ۲۲۔ مولانا عبدالحق رضوی مصباحی ۔ ۲۳۔ مفتی بدر عالم مصباحی ۔ ۲۴۔ مولانا شمس الہدیٰ مصباحی ۔ ۲۵۔ مولانا نفیس احمد مصباحی ۔ ۲۶۔ مولانا مقبول احمد سالک مصباحی ۔[ان حضرات سے آپ نے جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں اکتساب علم وفضل کیا۔]

تعلیمی اسناد:

عربی فارسی بورڈ الٰہ آباد:

۱۔عالم: ۱۹۹۵ء۔ ۲۔ فاضل دینیات: ۱۹۹۸ء۔ ۳۔ فاضل ادب: ۲۰۰۰ء۔

۴۔ منشی: ۲۰۰۵ء۔ ۵۔ فاضل طب: ۲۰۰۷ء۔

جامعہ اردو علی گڑھ:

۱۔ادیب ماہر: ۱۹۹۶ء۔ ۲۔ ادیب کامل: ۱۹۹۷ء۔ معلم اردو: ۱۹۹۸ء۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور:

۱۔ عالمیت: ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء۔ ۲۔ فضیلت: ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

تربیت تدریس: ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء۔

بعض رفقاے درس:

۱۔مولانا دست گیر عالم مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

۲۔مولانا شمس الحق مصباحی، جامعہ امام احمد رضا احسن البرکات، ساؤتھ افریقہ۔

۳۔مولانا محمد نظام الدین مصباحی، صدر المدرسین دار العلوم غوثیہ رضویہ، یوکے۔

۴۔مولانا خطیب عالم مصباحی، استاذ دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر، لکھنؤ۔

۵۔مولانا عبدالصمد مصباحی، امرودھا، کان پور۔

۶۔مولانا دلشاد کلیم مصباحی، ساؤتھ افریقہ۔

۷۔مولانا محمد معراج مصباحی، استاذ جامعہ عربیہ اہل سنت مصباح العلوم، خلیل آباد۔

۸۔مولانا محب اللہ مصباحی۔

۹۔مولانا شمس الدین مصباحی۔

۱۰۔مولانا شمس رضا، بریلی۔

۱۱۔مولانا برکت علی مصباحی، کولہوئی، بازار۔

۱۲۔مولانا سراج احمد مصباحی، استاذ جامعہ عربیہ اہل سنت مصباح العلوم، خلیل آباد۔

تدریسی خدمات:

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ سے فراغت کے بعد آپ نے تدریس وتربیت کے میدان میں قدم رکھا اور ۱۰؍شوال المکرم ۱۴۱۹ھ/ ۲۷؍جنوری ۱۹۹۹ء سے دارالعلوم وارثیہ، وشال کھنڈ ۴، گومتی نگر، لکھنؤ میں بحیثیت مدرس درجات عالیہ تدریسی خدمات کا آغاز فرمایا۔ وہاں مختلف علوم وفنون کی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔

آپ درس نظامی کی تعلیم وتفہیم میں کامل دست گاہ رکھتے ہیں اور درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف آپ کی زندگی کا بہترین مشغلہ ہے۔

آپ دارالعلوم وارثیہ میں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے کہ اسی دوران برصغیر میں اہل سنت وجماعت کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں شعبۂ تربیت تدریس میں آپ کا انتخاب ہوا اور ۹؍شوال ۱۴۲۲ھ/ دسمبر ۲۰۰۱ء میں آپ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور آ گئے اور پوری دل جمعی کے ساتھ طلبہ کی تعلیم وتربیت اور دیگر فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔

تربیت تدریس کا دوسالہ کورس مکمل ہوا تو جامعہ اشرفیہ کے ارباب حل عقد نے باضابطہ مدرس کی حیثیت سے آپ کو منتخب کر لیا اور مستقل مدرس کی حیثیت سے جامعہ اشرفیہ میں آپ کی تقرری ہو گئی۔

درسی تقریر:

آپ کی درسی تقریر بہت واضح، شستہ اور ضروری گوشوں کو محیط ہوتی ہے، درس کے دوران بہت سادہ اور عام فہم الفاظ استعمال کرتے ہیں اور مشکل الفاظ سے بہت پرہیز کرتے ہیں۔ آپ کی تقریر جامع اور مقصدیت سے لبریز ہوتی ہے؛ اس لیے طلبہ خوب مطمئن ہوتے ہیں۔ آپ ہمیشہ تقریر کے بعد عبارت پڑھ کر ترجمہ کرتے ہیں جس سے طلبہ کے لیے درس کا

ذہن نشیں کرنا کافی آسان ہوتا ہے۔

آپ طلبہ کے اعتراضات واشکالات بہت اطمینان وسکون سے سنتے ہیں، پھر ان کے کے تشفی بخش جوابات مرحمت فرماتے ہیں۔

بعض مشہور تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی بڑی لمبی فہرست ہے، میں موقع کی مناسبت سے صرف چند نام پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

۱۔مولانا سید اکرام الحق مصباحی، صدر المدرسین دار العلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی۔

۲۔مولانا ظہیر عباس خان، استاذ دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر، لکھنؤ۔

۳۔مولانا محمد عرب خان، استاذ دار العلوم حنفیہ امام احمد رضا، کلیان پور، لکھنؤ۔

۴۔مولانا محمد اشرف خان، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

۵۔مولانا عبد اللہ مصباحی ازہری، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

۶۔مولانا رضوان دانش مصباحی، استاذ دار العلوم منظر حق، ٹانڈہ، امبیڈکر نگر۔

۷۔مولانا مفتی عابد رضا مصباحی، استاذ مرکزی دار القراءت، جمشید پور۔

۸۔مولانا مفتی محمد مزمل مصباحی، استاذ دار العلوم انوار القرآن، بلرام پور۔

۹۔مولانا محمد سرفراز عید و مصباحی، ہالینڈ۔

۱۰۔مولانا محمد حسین مصباحی، انگلینڈ۔

۱۱۔مولانا عابد ایوب قادری مصباحی، ہالینڈ۔

۱۲۔مولانا مفتی محمد رضاء المصطفیٰ مصباحی برکاتی، استاذ انجمن اسلامیہ، پڑرونہ، کشی نگر۔

۱۳۔مولانا مفتی محمد نعیم اختر مصباحی، استاذ مدرسہ عزیزیہ مظہر العلوم نچلول، مہراج گنج۔

۱۴۔مولانا مفتی عبد القیوم مصباحی، استاذ الجامعۃ الغوثیہ غریب نواز، اندور، ایم پی۔

۱۵۔مولانا جنید احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

۱۶۔مولانا فیاض احمد مصباحی، استاذ مدرسہ انوار العلوم، الہ آباد۔

۱۷۔راقم الحروف عبد الرحمن نظامی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

۱۸۔مولانا مفتی فیاض احمد برکاتی مصباحی، استاذ مدرسہ عزیزیہ مظہر العلوم نچلول، مہراج گنج۔

۱۹۔مولانا اخلاق حسین مصباحی، دھرم سنگھوا بازار، سنت کبیر نگر۔
۲۰۔مولانا محمود الحسن مصباحی، دھرم سنگھوا بازار، سنت کبیر نگر۔

بیعت وارادت:

حضرت مولانا ساجد علی مصباحی ۱۷/ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ/۶/نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعہ مبارکہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں شامل ہوئے۔

حج وزیارت:

ایک عاشق رسول کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ جلد از جلد زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو اور حج جیسی عظیم عبادت سے بہرہ مند ہو،آپ پر اللہ جل شانہ کا کرم ہوا اور ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء میں آپ حج بیت اللہ اورزیارت روضۂ اقدس ومقامات مقدسہ مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ سے سرفراز ہوئے۔

اجازت وخلافت:

آپ کو جانشین محدث اعظم ہند،شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد مدنی اشرفی جیلانی سے سلسلۂ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ کی اجازت وخلافت بھی حاصل ہے۔سند اجازت وخلافت میں ۲۶/صفر المظفر ۱۴۳۸ھ/ ۲۶/نومبر ۲۰۱۶ء کی تاریخ درج ہے۔

تصنیفات وتالیفات:

حضرت مولانا ساجد علی مصباحی جہاں ایک باکمال مدرس ہیں وہیں ایک باکمال مصنف بھی ہیں،تحریری میدان میں آپ کا اشہب قلم مختلف موضوعات پر اپنا فن دکھاتا رہتا ہے۔اب تک آپ کے قلم سے ایک درجن سے زائد درسی وغیر درسی کتب ورسائل وحواشی اور مختلف موضوعات پر کئی درجن مقالات رقم ہوچکے ہیں۔

ان میں اکثر کتب ورسائل ومقالات مطبوعہ ہیں اور بعض ابھی زیر طبع ہیں۔ان کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے:

مطبوعہ کتب ورسائل:

(۱) قواعد النحو۔(۲) دراسۃ الصرف ۔(۳) مرضاۃ حل مرقاۃ۔(۴) حاشیۃ المدیح النبوی۔(۵) حاشیۂ میزان الصرف۔(۶) حاشیۂ منشعب ۔(۷) مسئلۂ اقامت۔

(۸) عظمت نماز ۔(۹) عظمت زکات ۔(۱۰) شادی اور طرز زندگی ۔(۱۱) فرہنگ الفاظ فارسی کی پہلی ۔(۱۲) فرہنگ الفاظ فارسی کی دوسری ۔ ۱۳۔ ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی، حیات وخدمات۔[جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔]

زیر ترتیب وطبع کتب ورسائل:

۱۔تاریخ فقہ اسلامی ۔ ۲۔خلیفۂ چہارم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ ۳۔کامیاب زندگی کے رہنما اصول ۔ ۴۔تعلیم کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ ۵۔ ماضی کے تابندہ نقوش۔

بعض مقالات:

(۱) الامام ابو حنیفہ وفقہہ ۔عربی ۔(۲) وجوہ تکفیر العلماء الدیابنۃ ۔عربی ۔(۳) کشف الحجاب عن مذہب ابن عبد الوہاب ۔عربی۔(۴) حافظ الملۃ وسفرہ المیمون الی الحرمین الشریفین ۔عربی۔(۵) نعتیہ شاعری اور اس کا مقام ومرتبہ۔(۶) مفتی اعظم ہند کی کرامت وروحانیت ۔(۷) مذہب حنفی میں حدیث صحیح کا احترام اور معیار استدلال ۔(۸) خلیفۂ امین ملت صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ۔(۹) صدر الافاضل جماعت اہل سنت کے بے مثال مناظر ۔(۱۰) رہنماے اہل سنت حافظ ملت کی ذات ۔(۱۱) حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔(۱۲) دہشت گردی اسلام کی نظر میں ۔(۱۳) ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہل سنت کی وضاحت ۔(۱۴) حافظ ملت اور راز ہر ہند جامعہ اشرفیہ ۔(۱۵) حافظ ملت ایک ہمہ جہت شخصیت ۔ (۱۶) تعلیم کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی ۔(۱۷) عوام الناس میں وعظ ونصیحت کی نئی راہیں [تقاریر کے حوالے سے]۔

ان کے علاوہ آپ کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ مقالات کی تعداد ایک درجن سے زائد ہے، جن میں بعض کا تذکرہ "دراسۃ الصرف" میں حالات محشی کے تحت درج ہے اور بعض کا

تذکرہ "عظمت زکات" میں تقدیم وتعارف کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

اسی طرح مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے سیمیناروں کے لیے لکھے گئے آپ کے فقہی وتحقیقی مقالات کی بھی ایک لمبی فہرست ہے۔

اوصاف واخلاق:

حضرت مولانا ساجد علی مصباحی دور اندیش، وسیع النظر، مثبت اور تعمیری فکر ونظر کے حامل، مخلص اور بلند کردار عالم دین ہیں۔ موصوف کی طبیعت میں سادگی، تواضع اور انکساری اس درجہ ہے کہ ظاہری سادگی سے باطنی سادگی کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ متانت وسنجیدگی تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ عوام وخواص، اجنبی وشناسا ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا موصوف کا وطیرہ ہے۔ صوم وصلاۃ کے پابند اور زہد وتقویٰ میں سلف صالحین کی روش پر سختی سے کار بند ہیں۔ اپنے طلبہ اور متعلقین کو بھی شریعت کا پابند بنانے اور صالحین کا متبع دیکھنے کے لیے بے تاب ومضطرب رہتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی بے پناہ کوششوں کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔ یہ وہ اوصاف اور کارنامے ہیں جن کی وجہ سے آپ اپنے ہم عصر علماے کرام میں ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں۔

اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو نظر بد سے بچائے اور آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین متین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔



مآخذ و مراجع

[۱] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی ۔ شیخ العارفین حضرت مولانا نظام الدین غریب یمنی علیہ الرحمہ ۔ مکتبہ سمنانی ، ۱۴/۱۷، فردوس کالونی ، پاکستان۔

[۲] انوار العیون فی اسرار المکنون ۔ شاہ عبد القدوس گنگوھی، متوفی:۹۴۵ھ ۔ مطبع: گلزار محمدی، لکھنؤ۔

[۳] تاریخ فرشتہ ۔ ملا محمد قاسم ھندو شاہ ۔ مطبع: منشی نول کشور۔

[۴] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ۔ سند الکاملین شیخ عبد الحق محدث دھلوی علیہ الرحمہ، متوفی:۱۰۵۲ھ ۔ مطبع: مجتبائی، دھلی، ۱۳۰۹ھ۔

[۵] اخبار الاصفیاء ۔ شیخ عبد الصمد انصاری ۔ قلمی۔

[۶] کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون ۔ شیخ مصطفیٰ بن عبد اللہ کاتب چلپی، متوفیٰ:۱۰۶۷ھ ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔

[۷] تذکرۃ العلماء ۔ مولانا خیر الدین محمد جون پوری ۔ مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ۔

[۸] تذکرۂ علماے ھند ۔ مولوی رحمان علی ۔ مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

[۹] سبحۃ المرجان فی آثار ھندوستان ۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی، متوفی:۱۲۰۰ھ ۔ معھد الدراسات الاسلامیہ، جامعہ علی کرہ الاسلامیہ، علی گڑہ۔

[۱۰] مآثر الکرام ۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی، متوفیٰ:۱۲۰۰ھ ۔ مطبع: مفید عام، آگرہ، ۱۳۲۸ھ۔

[۱۱] خزینۃ الاصفیاء ۔ مفتی غلام سرور لاھوری ۔ مطبع: منشی نول کشور، کان پور۔

[۱۲]تذکرۂ علما مع حواشی وتعلیقات-شمس العلماء محمد حسین آزاد الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی۔
[۱۳] حدائق الحنفیہ ۔ مولوی فقیر محمد جھلمی ۔ ادبی دنیا ،مٹیا محل، دھلی ٦۔
[۱۴] معجم البلدان ۔ شیخ شھاب الدین ابو عبداللہ یاقوت حموی، متوفیٰ: ٦٢٦ھ ۔ دار الفکر ،بیروت، لبنان۔
[۱۵] ھدیة العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین ۔ شیخ اسمٰعیل بن محمد امین بغدادی، متوفیٰ:۱۳۹۹ھ ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔
[٦١] ابجد العلوم الوشی المرقوم فی بیان احوال العلوم ۔ شیخ صدیق بن حسن قنوجی، متوفیٰ: ۱۳۰۷ھ ۔ دار ابن حزم ،بیروت، لبنان۔
[۱۷]نزھة الخواطر وبھجة المسامع والنواظر ۔ حکیم عبدالحئی راے بریلوی ، متوفیٰ:۱۳۴۱ھ۔ دار ابن حزم ،بیروت، لبنان۔
[۱۸] دیارپورب میں علم اور علما ۔ قاضی اطھر مبارك پوری ۔ البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر ،نئی دھلی ۲۵۔
[۱۹] تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیۂ جون پور ۔ سید اقبال احمد جون پوری ۔ شیراز ھند پبلشنگ ھاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور ۔
[۲۰] تجلی نور ۔ مولوی نور الدین زیدی ظفر آبادی ۔ مطبع : جادو پریس، جون پور
[۲۱] http://manuscript.ac.ir/moreinfo-2976-pg-1.



اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن-

ایک مختصر تعارف

رجب المرجب 1431 ہجری/ جون 2010ء میں مدینۃ الاولیاء حیدرآباد دکن میں اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا۔بانی ادارہ-بشارت علی صدیقی اشرفی کی تحریک، محنت وکاوش کے زیراہتمام ادارہ علمی وتحقیقی کام کررہاہے، بےشمار نوادرات اہل سنت پر کام ہورہاہے، نیز اکابرین آئمہ دین کے کئی ایک علمی کتب کا عربی سے اردو میں پہلی بار ترجمہ کروایا گیاہے۔

ادارے کے چار اہم شعبے ہیں:

1-شعبہ تراجم کتب(عربی سے اردو)
2-شعبہ تصنیف وتالیف(جدید عنوانات پر)
3-شعبہ نوادرات اہل سنت(کتب اسلاف ہند)
4-شعبہ کتب محدث اعظم ہند وشیخ الاسلام کچھوچھوی۔

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن زیر اہتمام ہونے والے علمی کام

1-شعبہ تراجم کتب(عربی سے اردو)

کُتب امام ابن ابی دنیا(م:281ھ):

1-"**اخلاص وحسن نیت**"(كتاب الإخلاص والنية)؛مترجم:مولانا حسان رضا مصباحی
2-"**رضا وقضا**"(الرضا عن الله بقضائه)؛مترجم:مولانا روشن رضا مصباحی۔
3-"**بردباری کی فضیلت**"(كتاب الحلم)؛مترجم:مولانا ظہیر الدین مصباحی۔
4-"**اللہ پر بھروسہ کریں**"(التوكل على الله عزوجل)؛مترجم:مولانا اظہر علی علیمی۔
5-"**عقل اور اس کی فضیلت**"(كتاب العقل وفضله)؛مترجم:مولانا شمس تبریز اشرفی علیمی۔

6- ’’تقویٰ اور اہل تقویٰ‘‘ (کتاب الورع) مترجم: مولانا محمد حفیظ الرحمٰن مصباحی۔

7- ’’یقین اور اہل یقین‘‘ (کتاب الیقین) مترجم: محمد نجم الدین مصباحی۔

8- ’’مقبول دعا والے‘‘ (کتاب مجابی ألدعوۃ) مولانا محمد روشن رضا مصباحی۔

9- ’’شیطان کا مکر وفریب اور اس کا علاج‘‘ (مکائد الشیطان)؛ مترجم: مولانا محمد کہف الوری رضوی مصباحی۔

کُتب امام سلمی شافعی (م: 412ھ):

1- ’’اربعین تصوف‘‘ (کتاب الاربعین فی التصوف)؛ مترجم: علامہ عبدالمالک مصباحی

2- ’’نفس کی برائیاں‘‘ (عیوب النفس)؛ مترجم: مولانا سراج احمد قادری مصباحی۔

3- ’’آداب زندگی‘‘ (آداب الصحبہ وحسن العشرۃ)؛ مترجم: مولانا رئیس اختر مصباحی

کُتب امام ابن رجب حنبلی (م: 795ھ):

1- ’’اہل شریعت وطریقت کی پہچان‘‘ (کشف الکربۃ فی وصف اھل الغربۃ)؛ مترجم: مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی۔

2- ’’توحید اور کلمۂ اخلاص‘‘ (تحقیق کلمۃ الاخلاص)؛ مترجم: مولانا حفیظ الرحمن مصباحی

3- ’’حرص جاہ ومال‘‘ (ذم المال والجاہ)؛ مترجم: مولانا آصف مصباحی۔

کُتب امام جلال الدین سیوطی شافعی (م: 911ھ):

1- ’’معجزہ ردشمس تحقیق کے آئینے میں‘‘ (کشف اللبس فی حدیث رد الشمس)؛ مترجم: مفتی رضاالحق اشرفی مصباحی۔

2- ’’افضلیت صدیق اکبر‘‘ (الحبل الوثیق فی نصرۃ الصدیق)؛ مترجم: مولانا عارف منظری مداری ازہری۔

3- ’’فضائل سیدہ فاطمہ‘‘ (الثغور الباسمہ فی فضائل الفاطمہ)؛ مترجم: مولانا محمد شمشاد عالم مصباحی۔

4- ’’ہمارا نام مسلمان کیوں؟‘‘ (اتمام النعمۃ فی اختصاص الاسلام بھٰذہ الامۃ)؛ مترجم: مولانا احمد رضا مصباحی۔

5- ’’مقامات اولیاء اللہ‘‘ (الخبر الدال علی وجود القطب والاوتاد والنجباء والابدال)؛

مترجم: مولانا عارف منظری مداری ازہری-

6-''صلوٰۃ وُسطیٰ کی تحقیق'' (الید البسطی فی تعین الصلاۃ الوسطی)؛ مترجم: مولانا غوث رضابرکاتی مصباحی-

7-''فضائل ذکروذاکرین'' (اعمال الفکر فی فضل الذکر، نتیجۃ الفکر فی الجھر بالذکر، الدر المنظم فی الاسم الاعظم)؛ مترجم: مفتی رضاالحق اشرفی مصباحی-

8-''رزق میں برکت کے نبوی وظائف'' (حصول الرفق باصول الرزق)؛ مترجم: فضیلۃ الاستاذ مفتی اعجاز احمد قادری-

9-''دعائیں کیسے قبول ھوں؟'' (سھام الاصابۃ فی دعوات المستجابۃ)؛ مترجم: فضیلۃ الاستاذ مفتی اعجاز احمد قادری-

10- ''عمر بڑہانے کے نبوی وظائف'' (افادۃ الخبر بنصہ فی زیادۃ العمر و نقصہ)؛ مترجم: مولانا غوث رضابرکاتی مصباحی-

11- ''مبارک بادی دینے کے اصول وطریقے'' (وصول الامانی با صول التھانی)؛ مترجم: مولانا غوث رضابرکاتی مصباحی-

12-''سنت کی اہمیت'' (مفتاح الجنۃ غی الاعتصام بالسنۃ)؛ مترجم: مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی۔

13-''معراج نبوی'' (الآیۃ الکبری فی شرح قصۃ الاسرا)؛ مترجم: مولانا اسرارالحق مصباحی۔

کتب امام ملاعلی قاری حنفی (م:1014ھ):

1-''اربعین احادیث قدسی'' (الأحادیث القدسیۃ الأربعینیۃ)؛ مترجم: مولانا افضل حسین اشرفی مصباحی۔

2-''حیات خضر علیہ السلام'' (الحَذَرُ فی امر الخَضِر)؛ مترجم: مولانا محمد گلریز رضا مصباحی۔

3-''خوفِ خاتمہ'' (المقدمۃ السالمۃ فی خوف الخاتمۃ)؛ مترجم: مولانا رئیس اختر مصباحی

4-''غیبت کی خرابیاں'' (تطھیر العیبۃ من دنس الغیبۃ)؛ مترجم: مولانا محمد شمشاد عالم مصباحی۔

کُتب دیگر ائمہ:

1- ''ایمان کی شاخیں'' (شعب الایمان)۔امام ابن کثیر؛ مترجم: ڈاکٹر حامد علی علیمی۔

2- ''بدفعلی کا وبال'' (ذم اللواط)۔امام آجری؛ مترجم: مولانا سراج احمد قادری مصباحی۔

3- ''فتنوں کے زمانے میں مسلمان'' (المسلمون فی زمان الفتن کما اخبر رسول اللہ ﷺ)-امام عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی؛ مترجم: مولانا محمد سلطان احمد مصباحی۔

4- ''میلادِ نور'' (المَوَارِدُ الهَنِیَّة فِی مَوْلِدِ خَیْرِ البَرِیَّة ﷺ)-امام نور الدین علی بن احمد سمہودی؛ مترجم: مولانا مفتی ابو محمد اعجاز احمد قادری-

5- ''امام مہدی ۔ زمانۂ ظہور اور علامات'' (القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر)-امام حافظ ابن حجر مکی شافعی؛ مترجم: مولانا محمد سراج الدین قادری مصباحی۔

6- ''راہِ معرفت'' (منہاج العارفین)- حجۃ الاسلام امام محمد غزالی؛ مترجم: مولانا محمد ذیشان یوسف مصباحی۔

7- ''روایتِ صحابہ از تابعین'' (نزھۃ السامعین فی روایۃ الصحابۃ عن التابعین)- حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی؛ مترجم: مولانا محمد عالمگیر مصباحی۔

8- ''سیرت رسول ﷺ'' (اَلْغُرَرُ وَالدُّرَرُ فِیْ سِیْرَةِ خَیْرِ البَشَر ﷺ)-امام عز الدین محمد ابن جماعۃ؛ مترجم: فضیلۃ الاستاذ مفتی اعجاز احمد قادری-

9- ''دینی محبت'' (المتحابین فی اللہ)-امام ابن قدامہ مقدسی حنبلی؛ مترجم: مولانا محمد رجب علی قادری مصباحی-

10- ''بخشش کے بہانے'' (اَلْخِصَالُ الْمُکَفِّرَة لِلذُّنُوْبِ الْمُتَقَدِّمَةِ وَالْمُتَأَخِّرَة)- حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی؛ مترجم: ڈاکٹر حامد علی علیمی۔

11- ''علامات امام مہدی'' (البرھان فی علامات مہدی آخر الزمان)-امام علاء الدین علی المتقی چشتی قادری برھانپوری ھندی؛ مترجم: مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی-

12- ''گناہ کی اَقسام اور اُن کے اَحکام'' (شَرْحُ الرِّسَالَةِ فِیْ بَیَانِ الْکَبَائِرِ وَالصَّغَائِرِ مِنَ الذُّنُوْبِ)-امام شیخ محقق ابراھیم بن نجیم مصری حنفی؛ مترجم: ڈاکٹر حامد علی علیمی۔

13- ''مقاماتِ غوثیت وقطبیت'' (اجابۃ الغوث ببیان حال النقباء والنجباء والاوتاد والابدال والغوث)-امام سید ابن عابدین حنفی شامی؛

14-''مناقب معروف کرخی''-مؤلف: امام عبد الرحمٰن بن علی بن جوزی حنبلی (م:۵۹۷ھ)؛ ترجمہ، تقدیم وتحشیہ: مولانا شبیر حسین ازہری-

2-شعبہ تصنیف وتالیف (جدید عنوانات پر)

1-''اے ابن آدم!'' [ایمان افروز نصیحتوں پر مشتمل 52 احادیث وآثار کا مجموعہ جس میں مومنین کو یاابن آدم! کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے]؛ مرتب: محمد بشارت علی صدیقی اشرفی-

2-''فضائل استغفار'' [70 احادیث وآثار کا مجموعہ جس میں استغفار کے فضائل وثمرات کی تفصیل دی گئی ہیں]؛ مرتب: محمد بشارت علی صدیقی اشرفی-

3-''قرآن کے اقتصادی اعجاز کا جائزہ''- تالیف: ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی (پرنسپل دار العلوم علیمیہ نسواں، جمد اشاہی، بستی، یوپی انڈیا)

4-''حیات مخدوم العالم'' [مخدوم العالم، قطب بنگال، گنج نبات، مرشد مخدوم اشرف سمنانی، حضرت شیخ علاء الحق والدین پنڈوی بنگالی علیہ الرحمہ پر بزبان اردو پہلی تفصیلی تحقیقی سوانحی کتاب]-تصنیف: علامہ مولانا مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی-

5-''ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی (۷۶۱-۸۴۹ھ)'' [غوث العالم سید مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ کے نامور خلیفہ پر اولین تحقیقی سوانحی کتاب]؛ مؤلف: علامہ مولانا ساجد علی مصباحی (استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی)

6-''آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان-احوال وآثار'' [مصنف ہدایۃ النحو، خلیفہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا، بانی سلسلہ سراجیہ، مرشد مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی، آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر اولین تحقیقی کتاب]-تصنیف: علامہ مولانا مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی-

7-''قندیل معرفت'' [مرید چراغ دہلی، خلیفہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مربی شیخ مخدوم سارنگ وشیخ مخدوم مینا لکھنوی۔ قطب ومخدوم لکھنو۔ حاجی الحرمین مخدوم شیخ قوام الدین عباسی چشتی لکھنوی کی حیات، خدمات اور ملفوظات پر اولین تحقیقی وتاریخی کتاب۔] مؤلف: مولانا سید نور محمد لکھنوی مصباحی علیمی۔

8-سید سلیمان اشرف۔ احوال وآثار [حضرت پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری، (سابق

استاذ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی) کے حیات، خدمات اور افکار پر پہلا مجموعہ مقالات]؛ مرتب: سید قمر الاسلام۔

3-شعبہ نوادرات اہل سنت (کتب اسلاف ہند)

1-"**عظمت اہل بیت اطہار**" (الکلام المقبول فی طھارۃ نسب الرسول)-حکیم الامت مفتی احمد یار خان اشرفی نعیمی بدایونی؛ تخریج و تحقیق: بشارت علی صدیقی اشرفی۔

2-"**رحمت خدا بوسیلہ اولیا**"-حکیم الامت مفتی احمد یار خان اشرفی نعیمی بدایونی؛ تخریج و تحقیق: بشارت علی صدیقی اشرفی۔

3-"**داڑھی کی شرعی حیثیت**" (نزھۃ المقال فی لحیۃ الرجال)- رئیس المتکلمین حضرت علامہ سید سلیمان اشرف چشتی اشرفی بہاری۔ تحقیق و تخریج: مولانا محمد طفیل احمد مصباحی۔

4-شعبہ کتب محدث اعظم ہند و شیخ الاسلام کچھوچھوی:

1-**خطبات شہادت** [شہادت امام حسین پر 7 ایمان افروز خطبات کا مجموعہ]۔ حضرت شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی قبلہ-جمع و ترتیب: مولانا ڈاکٹر فرحت علی صدیقی اشرفی حیدر آبادی-

2-"**نمازِ جنازہ کے بعد دعا کا حکم**" (الإجازۃ بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ [1335ھ/1917ء])- محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی-

3-"**شیخ العالم**" [تذکرہ مرشد مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی- علاء الحق گنج نبات لاہوری پنڈوی]-محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی-

4-"**تین اہم مسائل**" [ایصال ثواب، قربانی، اور طوافِ قبور وغیرہ مسائل پر اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب]-محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی-



اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن،

حیدر آباد دکن

